آداب معاشرت



ناشر

تنظیم المکاتب

آداب معاشرت

تالیف

گروہ نگارش

ناشر

تنظیم المکاتب

گولہ گنج، لکھنؤ (ہندوستان)

فون: 0522-4080918, 9044065985

- نام کتاب — آداب معاشرت
- تالیف — گروہ نگارش
- کمپوزنگ — آئیڈیل کمپیوٹرس پوائنٹ، لکھنؤ۔۳
- مطبوعہ — اے۔بی۔سی۔پریس، دہلی
- پہلا ایڈیشن — دسمبر ۲۰۰۵
- دوسرا ایڈیشن — جون ۲۰۰۸
- تیسرا ایڈیشن — اکتوبر ۲۰۱۱
- چوتھا ایڈیشن — نومبر ۲۰۱۲
- پانچواں ایڈیشن — جنوری ۲۰۱۷
- تعداد — دو ہزار
- ناشر — تنظیم المکاتب لکھنؤ (ہندوستان)
- قیمت — Rs. 50/-

فہرست

عرض تنظیم

تحریک دینداری کے پہلے مرحلہ میں بانی تنظیم المکاتب خطیب اعظم مولانا سید غلام عسکری طاب ثراہ نے اگر چہ اپنی توجہ ''قیام مکاتب'' پر مرکوز رکھی تھی مگر آپ کا نصب العین اس قوم کی ہر فرد کو دیندار بنانا تھا۔ دینی تعلیم کے بغیر دینداری کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اسی لیے آپ نے روز اول مکاتب کے ساتھ تعلیم بالغان اور مراسلاتی کورس کو بھی تنظیم المکاتب کے بنیادی اہداف میں شامل فرمایا اور آپ کی زندگی میں یہ شعبے کم وبیش فعال بھی ہو گئے تھے مگر خاطر خواہ کامیابی نہ مل سکی جس کا اہم سبب مناسب نصاب کا فقدان تھا۔

مکاتب کے ساتھ اسکول، جونیر ہائی اسکول اور ہائی اسکولوں میں دینی تعلیم کے فروغ کے ساتھ ہی قرآنیات، عقائد، احکام، تاریخ وسیرت اور اخلاق وحدیث پر مشتمل متوسط سطح کے ایسے نصاب کی ضرورت کا مزید احساس ہوا جس سے نوجوانوں میں دینی شعور پیدا ہو سکے۔ تربیت مدرسین کے علاوہ ادھر کچھ عرصہ سے نوجوانوں کے لیے دینی تعلیمی تربیتی کیمپ، مدرسہ خدیجۃ الکبریٰ جیسے سلسلے شروع کیے گئے جن کے لیے بھی کتب کی ضرورت شدت سے محسوس کی جارہی ہے۔

نصاب کی تیاری ایک مشکل کام ہے اس کے لیے مختلف نمونوں، کتب اور مواد کے علاوہ صاحبان علم ہی نہیں بلکہ ماہرین فن کی ایسی تجربہ کار جماعت درکار ہوتی ہے جو یکسوئی کے ساتھ یہ کام انجام دے سکے اس راہ میں جن دشوار گذار اور صبر آزما مراحل سے گذرنا ہوتا ہے اس کا ادراک وہی لوگ کر سکتے ہیں جو ایسے مشاغل سے سروکار رکھتے ہیں۔

موجودہ صورتحال میں مناسب محسوس ہوا کہ از سر نو نصاب ترتیب دینے

اور تجربہ کرنے کے بجائے مختلف ممالک اور زبانوں میں نوجوانوں کی تربیت کے لیے رائج نصاب سے استفادہ کیا جائے۔

چنانچہ طلاب کی سطح کے اعتبار سے تلاش شروع کی گئی مگر کسی ایک مرکز سے کوئی ایک ایسا جامع نصاب نہ مل سکا جو ہمارے ملک کی نسل نو کے دینی ضروریات کو پورا کر سکے لہٰذا مختلف تعلیمی مراکز میں رائج نصاب کے نصاب تعلیم سے انتخاب کیا گیا جس کے باعث اسلوب نگارش، انداز بیان اور سطح فکر میں اختلاف ناگزیر ہے۔

کتب کا اردو میں ترجمہ بھی ایک مرحلہ تھا۔ اس مرحلہ میں حوزۂ علمیہ قم میں زیر تعلیم اہل علم اور خوش استعداد صاحبان قلم خصوصاً جامعہ امامیہ تنظیم المکاتب کے افاضل سے مدد لی گئی۔ اس طرح الحمدللہ اب قرآنیات، عقائد، احکام، تاریخ و سیرت اور اخلاق و حدیث پر مشتمل نصاب مرتب ہو کر اشاعت کی منزل میں ہے۔ فی الحال ان موضوعات سے روشناس کرانا مقصود ہے۔ آئندہ تجربہ کی روشنی میں کتب یا ان کے مشمولات میں تبدیلی کا امکان ہے جس کے لیے ہم اہل نظر اور ارباب بصیرت کی مثبت آراء اور تنقید کے منتظر ہیں۔

زیر نظر کتاب "آداب معاشرت" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

اس کتاب کی اشاعت میں جن حضرات نے تعاون فرمایا ہم ان کے شکر گذار ہیں۔

والسلام

سید صفی حیدر

سکریٹری

۲۶/ذی الحجۃ الحرام ۱۴۲۶ھ

پہلا سبق

- حسن خلق کے معنی۔
- معصومینؑ کے ارشادات۔
- اخلاق معصومینؑ کے چند نمونے۔
- نیک خلقی کے فوائد اور آثار:

۱ دنیوی فوائد ۲ اخروی فوائد

- بد خلقی۔
- بد خلقی کا انجام۔

حسن خلق کے معنی

حسن خلق یعنی اچھی عادت، اس شخص کو خوش اخلاق کہا جاتا ہے۔ جس کی اچھی عادتیں اس کی ذات کا جزء بن چکی ہوں، نیک روش اس کی شخصیت کا حصہ بن چکی ہو۔ ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا: مولا حسن خلق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا:

"تم اپنی ملاقات کے انداز میں نرمی پیدا کرو، اپنی گفتگو کو شائستہ بناؤ اور اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملو۔"

معصومینؑ کے ارشادات

حضرت رسولؐ خدا اور ائمہ معصومین علیہم السلام حسن اخلاق کے اعلیٰ ترین نمونے تھے۔ بے مثال حسن خلق ان کے کردار سے عیاں تھا، ان ہی عظیم شخصیتوں کے ارشادات کی روشنی میں ہم اچھے اخلاق کے بلند درجات پر فائز ہو سکتے ہیں چنانچہ ہم یہاں ان کے ارشادات کے چند نمونے پیش کر رہے ہیں تاکہ وہ ہماری زندگی کے لئے مشعل راہ بن جائیں، رسولؐ خدا نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اخلاق کے لحاظ سے تم میں سے کون مجھ سے زیادہ مشابہ ہے؟ صحابہ نے عرض کی اے اللہ کے رسولؐ ضرور بتایئے۔

آپ نے فرمایا: ''جس کا اخلاق بہت اچھا ہے۔'' [۱]

نیز آپ ہی کا ارشاد ہے:

''خوش نصیب ہے وہ شخص جو لوگوں سے خوش اخلاقی سے ملتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے اور اپنی برائی سے انہیں محفوظ رکھتا ہے۔'' [۲]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

خداوند عالم نے اپنے ایک پیغمبرؑ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''خوش اخلاقی گناہوں کو اسی طرح ختم کر دیتی ہے جس طرح سورج برف کو پگھلا دیتا ہے۔'' [۳]

نیز آپؑ ہی کا ارشاد ہے:

''بے شک انسان اپنے حسن اخلاق سے دن کو روزہ رکھنے والے اور راتوں کو نماز قائم کرنے والے شخص کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔'' [۴]

اخلاق معصومینؑ کے چند نمونے

ہمارے معصوم راہنماؤں نے جس طرح حسن اخلاق کے بارے میں نہایت ہی سبق آموز ارشادات بیان فرمائے ہیں، اسی طرح دوست اور دشمن کے

---

[۱] اصول کافی مترجم ج۔۲ص۔۸۲
[۲] تحف العقول ص۔۴۰
[۳] تحف العقول ص۔۲۸
[۴] وسائل الشیعہ ج۔۸ص۔۵۶

سامنے اچھے اخلاق اور اعلیٰ مرتبہ کے عملی نمونے بھی پیش کئے ہیں، ملاحظہ ہو:

۱ انس (پیغمبر اکرمؐ کے خادم) سے مروی ہے: میں نے رسالت مآبؐ کی نو سال تک خدمت کی، لیکن اس طویل عرصے میں حضورؐ نے مجھ سے ایک بار بھی یہ نہیں فرمایا: ''تم نے ایسا کیوں کیا؟'' میرے کسی کام میں کبھی نقص نہیں نکالا، میں نے اس مدت میں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی اور خوشبو نہیں سونگھی، ایک دن ایک بادیہ نشین (دیہاتی) آیا اور آنحضرتؐ کی عبا کو اتنی زور سے کھینچا کہ عبا کے نشان آپ کی گردن پر ظاہر ہوگئے، اس کا اصرار تھا کہ حضور اکرمؐ اسے کوئی چیز عطا فرمائیں، رسالت مآبؐ نے بڑی نرمی اور مہربانی سے دیکھا اور مسکراتے ہوئے فرمایا: اسے کوئی چیز دے دو۔

چنانچہ خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی:

''وَاِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ.''[۱]

''بیشک آپ اخلاق کے عظیم درجہ پر فائز ہیں''

۲ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے قریبی افراد میں سے ایک شخص آپ کے پاس آیا اور برا بھلا کہنے لگا، لیکن آپ خاموش رہے، جب وہ شخص چلا گیا تو امامؑ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا:

''آپ لوگوں نے سن لیا کہ اس شخص نے کیا کہا ہے؟ اب میں چاہتا ہوں

---

[۱] منتہی الآمال ج۔۱ ص۔۳۱ سورۂ قلم:۴

کہ آپ میرے ساتھ چلیں اور میرا جواب بھی سن لیں''

امام علیہ السلام راستے میں اس آیت کی تلاوت فرماتے جارہے تھے:

''وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ''[۱]

''جولوگ غصے کو پی جاتے ہیں، اور لوگوں کو معاف کردیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔''

ساتھیوں نے سمجھ لیا کہ امامؑ آیت عفو کی تلاوت فرمارہے ہیں لہٰذا اسے کوئی تکلیف نہیں پہونچائیں گے، جب اس کے گھر پہنچے تو امامؑ نے اس کے خادم سے فرمایا: اپنے مالک سے کہہ دو کہ علی ابن الحسینؑ ''زین العابدینؑ'' تمہیں بلارہے ہیں۔

جب اس شخص نے سنا کہ امامؑ فوراً ہی اس کے پاس آئے ہیں، اس نے دل میں کہا: یقیناً حضرت مجھے میرے کئے کی سزا دیں گے اور اس کا انتقام لیں گے، چنانچہ اس نے خود کو مقابلہ کے لئے تیار کرلیا، لیکن جب باہر آیا تو امامؑ نے فرمایا:

''میرے پیارے! تم نے ابھی کچھ دیر پہلے میرے متعلق کچھ باتیں کہی تھیں؟ اگر یہ باتیں میرے اندر ہیں تو خدا مجھے معاف کرے، اور اگر میں ان سے بری ہوں تو خدا تمہیں معاف کرے''

اس شخص نے جب یہ سنا تو بہت شرمندہ ہوا امامؑ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور

---

[۱] سورۂ آل عمران: ۱۳۴

معافی مانگنے لگا اور عرض کی: ''میں نے جو کچھ کہا غلط کہا ہے بیشک آپؑ ایسی باتوں سے پاک ہیں، ہاں! میرے اندر یہ باتیں موجود ہیں۔'' [۱]

حسن خلق کے آثار و فوائد

۱۔ دنیوی فوائد:

❁ دوستانہ تعلقات مضبوط ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت رسولؐ خدا فرماتے ہیں:

''حُسْنُ الْخُلُقِ یُثْبِتُ الْمَوَدَّةَ'' [۲]

''اخلاق حسنہ، دوستی اور محبت کو مستحکم کرتا ہے''

❁ اس سے زمینیں آباد اور عمریں طولانی ہوتی ہیں، چنانچہ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

''نیک اور اچھے اخلاق سے زمینیں آباد اور عمریں طولانی ہوتی ہیں'' [۳]

❁ رزق و روزی میں برکت ہوتی ہے، امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''حُسْنُ الْخُلُقِ مِنَ الدِّینِ وَهُوَیَزِیْدُفِی الرِّزْقِ'' [۴]

---

[۱] منتہی الامال ج ۳ ص ۵ مطبوعہ انتشارات جاویدان۔ [۲] تحف العقول ص ۳۸۔

[۳] اصول کافی ج ۳ ص ۱۵۷۔ [۴] تحف العقول ص ۳۴۱۔

''حسن خلق دین کا جز اور روزی میں اضافہ کا سبب ہے''

❁ عزت اور بزرگی کا سبب بنتا ہے جیسا کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''كَمْ مِنْ وَضِيعٍ رَفَعَهُ حُسْنُ خُلُقِهِ''[۱]

کتنے پست لوگ ایسے ہیں جنہیں ان کے نیک اخلاق نے بلند کر دیا ہے۔

❁ کینہ پروری اور کدورتوں کو دور کرتا ہے، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

''خندہ پیشانی اور کشادہ روی کینوں کو دور کر دیتی ہے''[۲]

۲ اخروی فوائد:

◉ حسن خلق کے سبب قیامت کے دن حساب میں آسانی ہوگی، حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''صلہ رحمی کرو کیوں کہ یہ تمہاری عمر کو بڑھائے گا، اپنے اخلاق کو نیک بناؤ خدا تمہارا حساب آسان کرے گا۔'' [۳]

◉ بہشت میں جانے کا ذریعہ بنتا ہے، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[۱] شرح غرر الحکم ج۔۷ ص۔۹۴/ [۲] تحف العقول ص۔۳۸/ [۳] بحار الانوار ج۔۶۸ ص۔۳۸۳

''میری امت کے بیشتر افراد تقویٰ اور اچھے اخلاق کی وجہ سے بہشت میں جائیں گے۔'' [۱]

◉ بلند درجات کا سبب قرار پاتا ہے، جیسا کہ پیغمبرؐ کا ارشاد ہے:

''اس میں شک ہی نہیں کہ نیک اخلاق کی وجہ سے بندہ آخرت کے بلند درجات اور اعلیٰ مراتب تک پہنچتا ہے، نیک اخلاق عبادت (کے ثواب) کو دوگنا کر دیتا ہے۔'' [۲]

بداخلاقی

بداخلاقی، حسن خلق کی ضد ہے، جس قدر حسن خلق لائق تحسین اور قابل ستائش ہے اسی طرح بداخلاقی قابل مذمت اور لائق نفرت ہے۔

اسلام نے جہاں اخلاق حسنہ کی بے حد تعریف کی ہے وہاں اخلاق کو قابل نفرت قرار دیا ہے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''خَصْلَتَانِ لَا تَجْتَمِعَانِ فِی مُسْلِمٍ، اَلْبُخْلُ وَسُوْءُ الْخُلْقِ'' [۳]

''کسی مسلمان میں بخل اور بداخلاقی جمع نہیں ہو سکتیں''

---

[۱] مستدرک الوسائل ج۔۲ص۔۸۲/ [۲] اصول کافی ج۔۳ص۔۱۵۷

[۳] میزان الحکمہ ج۔۳ص۔۱۵۳

حضرت علی علیہ السلام اس بری خصلت کو ذلت اور پستی کی علامت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مِنَ اللُّوْمِ سُوْءُ الْخُلُقِ ''[۱]

''بداخلاقی ایک لعنت وپستی ہے''

دوسری جگہ اسے جہالت اور نادانی کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اَلْخُلُقُ الْمَذْمُوْمُ مِنْ ثِمَارِ الْجَهْلِ''

''بداخلاقی جہالت کا ثمرہ ہے''

بداخلاقی کا انجام

بداخلاقی کا انجام بہت برا ہوتا ہے نمونے کے طور پر ملاحظہ فرمائیں:

۱ انسان کو خدا کے قرب سے دور کردیتی ہے، جیسا کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''عَبُوْسُ الْوَجْهِ وَسُوْءُ الْبِشْرِ مَكْسَبَةٌ لِلْمُقْتِ وَبُعْدٌ مِنَ اللّٰهِ'' [۲]

ترش روئی اور بداخلاقی خدا کی ناراضگی اور اس سے دوری کے اسباب میں

---

[۱] شرح غرر الحکم ج۔۷ ص۔۹۵/ [۲] تحف العقول ص۔۲۱۷

شمار ہوتی ہے۔

۲ بداخلاقی انسان کی روح کو دکھ پہنچاتی ہے، جیسا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں:

''مَنْ سَاۗءَ خُلُقُهُ عَذَّبَ نَفْسَهُ''[۱]

''جو شخص بداخلاق ہوتا ہے وہ خود کو عذاب میں مبتلا رکھتا ہے''

۳ نیک اعمال کو تباہ و برباد کر دیتی ہے، رسولؐ خدا فرماتے ہیں:

''اَلْخُلُقُ السَّيِّئُ يُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ''[۲]

''بداخلاقی، انسان کے اعمال کو ایسے ہی تباہ کر دیتی ہے جس طرح سرکہ شہد کو تباہ کر دیتا ہے''

۴ توبہ کے قبول ہونے میں رکاوٹ بنتی ہے، جیسا کہ آنحضرتؐ کا ارشاد گرامی ہے:

''خداوند عالم بداخلاق شخص کی توبہ قبول نہیں کرتا''

لوگوں نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! ایسا کیوں ہے؟ فرمایا:

''جب انسان کسی گناہ سے توبہ کرتا ہے، تو پھر اس سے بڑے گناہ کا مرتکب ہو جاتا ہے۔''[۳]

---

[۱] بحار الانوار ج ۷، ص ۲۴۶۔ [۲] میزان الحکمۃ ج ۳، ص ۱۵۲۔ [۳] بحار الانوار ج ۳، ۷، ص ۲۹۹۔

۵ رزق کو کم کر دیتی ہے، امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

''مَنْ سَآءَ خُلُقُهُ ضَاقَ رِزْقُهُ''[۱]

''بداخلاقی روزی کو کم کر دیتی ہے''

۶ انسان کو جہنمی بنا دیتی ہے، رسولؐ خدا کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ فلاں شخص دن کو روزہ رکھتا ہے، اور رات عبادت میں گزار دیتا ہے لیکن بداخلاق ہے، اور ہمسایوں کو ستاتا ہے، تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

''اس شخص میں کوئی اچھائی نہیں، وہ جہنمی ہے۔'' [۲]

---

[۱] میزان الحکمۃ ج۔۳ص۔۱۵۵/ [۲] میزان الحکمۃ ج۔۳ص۔۱۵۴

دوسرا سبق

- اسلام میں نظم وضبط کی اہمیت۔
- نجی زندگی میں اس کی اہمیت:

  ① صفائی۔ ② ستھرائی۔

- اجتماعی زندگی میں اس کی اہمیت۔
- عبادات میں اس کی اہمیت۔
- اخراجات میں اس کی اہمیت۔
- جنگ اور عسکری امور میں اس کی اہمیت۔

نظم وضبط

خدانے ہرایک چیز کو منظم طریقے پر خلق فرمایا ہے، اس بھری کائنات میں ہر چیز کا اپنا ایک مقام ہے اوراس کی ایک مخصوص ذمہ داری ہے۔

جہاں چوں خدو خال و چشم و ابروست

کہ ہر چیزی بہ جای خویش نیکوست

یہ کائنات خدو خال اور چشم وابرو کی مانند ہے، جس کی ہرایک چیز اپنی اپنی جگہ پر نہایت ہی مناسب اور موزوں ہے۔

ا۔اسلام میں نظم وضبط کی اہمیت

خدائے عالم وقادر نے اپنی پوری کائنات میں اس محیر العقول نظم وضبط کو قائم رکھا ہے اور وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ بنی نوع انسان بھی اپنی نجی اور اجتماعی زندگی میں نظم وضبط پیدا کریں۔

خدانے آسمانی مذاہب خصوصاً دین اسلام کے ذریعہ اس کو بیان کیا ہے اور اس کی پابندی کا حکم دیا ہے۔

ہم یہاں نظم وضبط سے متعلق کچھ اسلامی احکام بیان کرتے ہیں، امید ہے

کہ قارئین احکام الٰہی کو پیش نظر رکھ کر اپنی زندگی کو پوری طرح سنوارنے کی کوشش کریں گے :

✿ نجی اور انفرادی زندگی میں نظم وضبط کی اہمیت کسی مسلمان کی انفرادی زندگی میں نظم وضبط کا تعلق، صحت وصفائی، لباس کی وضع قطع، سر اور چہروں کی اصلاح، بالوں کو سنوارنا اور مسواک وغیرہ کرنے سے ہوتا ہے۔

اختصار کے ساتھ ہم ان امور سے متعلق گفتگو کریں گے:

۱ ۔ صفائی:

لباس، بدن، اور زندگی کے دوسرے امور کی پاکیزگی اور صفائی کے بارے میں اسلام نے زیادہ تاکید کی ہے، چنانچہ رسالت مآبؐ کا ارشاد ہے:

''خداوند عالم پاک وپاکیزہ ہے، پاکیزگی، طہارت اور صفائی کو پسند کرتا ہے۔'' [۱]

دوسری جگہ فرمایا:

''جہاں تک ہو سکے اور جیسے بھی بن پڑے، پاک وپاکیزہ رہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بنیاد، صفائی اور پاکیزگی پر رکھی ہے، اور بہشت میں سوائے صاف ستھرے شخص کے کوئی اور نہیں جا سکے گا'' [۲]

---

[۱]و[۲] میزان الحکمۃ ج ۱۰/ص ۹۲۔

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

''پاکیزگی کا شمار، انبیاء کے اخلاق میں ہوتا ہے۔'' [۱]

۲۔ ستھرائی:

سر، بدن، لباس اور جوتوں وغیرہ کو صاف ستھرا رکھنا، اسلام کا اخلاقی طریقہ ہے۔ جس کا تعلق ایک پکے اور سچے مومن و مسلمان کی نجی زندگی کے نظم وضبط سے ہے۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک مسلمان کو اپنی وضع قطع اور پاکیزگی کا خیال رکھنے کے علاوہ اپنے لباس اور جسمانی وضع قطع کو بھی سنوارنا چاہیئے، سر اور بالوں میں کنگھی کرے، اپنے سر اور چہرے کے بالوں کو حد سے زیادہ نہ بڑھائے، ناخن کاٹے، دانتوں کی صفائی کرے اور سر جھکا کر ادب سے راستہ چلے۔

ایک دن حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک الجھے بالوں والے شخص کو دیکھا تو فرمایا:

'' تمہیں کوئی چیز نہیں ملی تھی جس سے بالوں کو سنوار لیتے؟ '' [۲]

عباد بن کثیر جو ایک ریاکار زاہد تھا، اور کھردرا لباس پہنا کرتا تھا، ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر اعتراض کیا:

آپ کے جد امجد ''حضرت رسولؐ خدا اور امیر المومنین'' تو کھردرا لباس پہنا

---

[۱] بحارالانوار ج۔۷۸ ص۔۳۳۵/ [۲] میزان الحکمۃ ج۔۱۰ ص۔۹۲

کرتے تھے۔

توامام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

وائے ہوتم پر! کیا تم نے قرآن مجید کی وہ آیت نہیں پڑھی جس میں خداوند عالم نے اپنے پیغمبرؐ کو حکم دیا ہے:

"قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِىٓ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ" [۱]

"پیغمبرؐ ان لوگوں سے پوچھئے کہ خدا کی زینت اور پاکیزہ نعمتیں جو اس نے اپنے بندوں کے لئے قرار دی ہیں کس نے حرام کی ہیں؟"

وہ شخص اپنے اس بے موقع اعتراض پر نادم ہوا اور سر جھکا کر چلا گیا۔[۲]

آیت "خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ" (سجدہ کرتے وقت زینت کرلیا کرو) کی تفسیر میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ان زینتوں میں سے ایک زینت، نماز کے وقت بالوں میں کنگھی کرنا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام دانتوں کی صفائی کے بارے میں فرماتے ہیں:

"مِنْ أَخْلَاقِ الْأَنْبِيَاءِ السِّوَاكُ"[۳]

"مسواک کرنا اخلاق انبیاء میں شامل ہے"

---

[۱] سورہ اعراف: ۳۲/ [۲] فروع کافی ج۔۶ ص۔۴۴۴/ [۳] فروع کافی ج۔۶ ص۔۴۸۹

حضرت علی علیہ السلام نے اچھا جوتا پہننے کے بارے میں فرمایا:

اچھا جوتا پہننا، بدن کی حفاظت اور طہارت و نماز کے لئے مددگار ہونے کا ایک ذریعہ ہے۔[۱]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی گھر سے مسجد یا مسلمانوں کے اجتماع میں تشریف لے جانا چاہتے تھے تو آئینہ دیکھتے، ریش اور بالوں کو سنوارتے، لباس کو ٹھیک کرتے اور عطر لگایا کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے:

خداوند عالم اس باتؐ کو پسند فرماتا ہے کہ جب اس کا کوئی بندہ اپنے دینی بھائیوں کی ملاقات کے لئے گھر سے باہر نکلے تو خود کو بنا سنوار کر نکلے۔[۲]

لہٰذا اگر اس حساب سے دیکھا جائے تو بے ترتیب حالت، آشفتگی، آلودگی اور بدنظمی دین اسلام کی مقدس نگاہوں میں نہایت ہی قابل مذمت اور بری چیز ہے، رسولؐ خدا کے ایک پیروکار مسلمان سے یہی توقع رکھنا چاہیئے کہ وہ ہمیشہ بن سنور کر رہے گا خود کو معطر اور پاک و پاکیزہ رکھے گا۔

۲۔ نجی زندگی میں اس کی اہمیت

اجتماعی امور اور دوسرے لوگوں کے ساتھ تعلقات قائم رکھنے کے لئے انسان کی کامیابی کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ وہ ایک مقررہ پروگرام کے تحت وقت

---

[۱] فروع کافی ج۔۶ ص۔۴۶۲/ [۲] مکارم اخلاق ص۔۳۵

کا صحیح فائدہ اٹھائے، چاہے اس پروگرام کا تعلق اس کے نجی کاموں سے ہو، جیسے مطالعہ کرنا، کسی کام یا کسی سے ملاقات کے لئے آمد ورفت رکھنا، بدنظمی سے وقت ضائع ہوتا ہے اور نظم وضبط سے انسانی کوششوں کا اچھا نتیجہ نکلتا ہے۔

امور زندگی اور کاروبار میں نظم وضبط کی اس قدر اہمیت ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنی آخری وصیت میں، بستر شہادت پر حسنینؑ سے مخاطب ہوکر فرمایا:

''أُوصِیکُما وَجَمِیعَ أَهلِی وَوَلَدِی وَمَنْ بَلَغَهُ کِتابِی بِتَقْوَی اللّٰهِ وَنَظْمِ أَمْرِکُمْ''[۱]

''میں تم دونوں کو اور تمام افراد خاندان کو اور اپنی تمام اولاد کو اور جن لوگوں تک میری تحریر پہنچے، سب کو خدا کے تقویٰ اور امور میں نظم وضبط کی وصیت کرتا ہوں۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنے رات دن کے اوقات کو چار حصوں میں تقسیم کرو:

- ایک حصہ خدا کی عبادت اور اس کے ساتھ مناجات کے لئے۔
- ایک حصہ ذاتی کاموں اور ضروریات زندگی کے پورا کرنے کے لئے۔

---

[۱] نہج البلاغہ فیض الاسلام ص ۹۷۷۔

- ایک حصہ دوست واحباب اور رشتہ داروں سے ملنے جلنے اور ملاقات کیلئے۔
- ایک حصہ آرام وتفریح اور گھر میں اہل خانہ کے ساتھ رہنے کے لئے۔[۱]

۳۔عہد و پیمان میں اس کی اہمیت

ان ہی امور میں سے جن میں سختی کے ساتھ نظم وضبط قائم کرنا چاہیۓ عہدوپیمان اور اقرارناموں کی پابندی بھی ہے۔ مثلاً قرض دینے، قرض لینے اور دوسرے لین دین میں تحریری سند کا ہونا ضروری ہے، تاکہ بعد میں کسی قسم کی کوئی دشواری پیدا نہ ہونے پائے اور انکار کا راستہ بند اور اختلاف کی راہیں مسدود ہوجائیں، یہ عہدوپیمان اور لین دین کے بارے میں ایک طرح کا نظم وضبط ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے:

"اے ایمان لانے والو! جب تم ایک مقررہ مدت کے لئے قرض لیتے یا دیتے ہوتو اسے لکھ لیا کرو، اور یہ تحریر ایک عادل شخص تمہارے لئے لکھے، اور اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو اسے رہن کی صورت میں لے لیا کرو۔" [۲]

---

[۱] تحف العقول ص ۴۸۱/۴۸۱۔[۲] سورہ بقرہ ۲۸۱/۲۸۱۔

ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

''وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً''[۱]

''عہد کو پورا کرو، کیوں کہ عہد کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا''

حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وعدہ وفائی کو قیامت پر عقیدہ رکھنے سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے:

''مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَفِ اِذَا وَعَدَ''[۲]

''جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیئے''

ایک واضح پیمان مقرر کرنے سے بہت سے اختلافات کا سد باب ہو سکتا ہے اور اس پر صحیح طریقہ سے عمل درآمد لوگوں کی محبت اور اعتماد حاصل کرنے کا موجب بن جاتا ہے، چنانچہ روایت ہے کہ ایک دن حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے دیکھا کہ آپؑ کے ملازمین میں ایک اجنبی شخص کام کر رہا ہے جب آپؑ نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو بتایا گیا کہ: ''اسے اس لئے لے آئے ہیں تا کہ ہمارا ہاتھ بٹا سکے'' امامؑ نے پوچھا: کیا تم نے اس کی اجرت بھی طے کی تھی؟ کہا گیا کہ ''نہیں'' امامؑ سخت ناراض ہوئے اور ان کے اس عمل کو ناپسند فرماتے ہوئے کہا:

''میں نے بارہا کہا کہ جب تم کسی کو مزدوری کیلئے لاؤ تو پہلے اس سے اجرت طے کرو، ورنہ آخر میں تم اسے جس قدر بھی مزدوری دو وہ خیال کرے گا کہ

---

[۱] سورہ بنی اسرائیل: ۳۶/[۲] کافی ج۔۲ص۔۳۶۴

اسے حق سے کم ملا ہے، لیکن اگر طے کرلو اور آخر میں طے شدہ اجرت سے زیادہ دو تو خوش ہو جائے گا اور سمجھے گا کہ تم نے اس کے ساتھ محبت کی ہے'' [۱]

اپنی بات پر قائم رہنا اور وعدہ وفائی کرنا انبیاء اور اولیاء خدا کا شیوہ ہے، ان کے پیروکاروں کو اس سلسلے میں ان کی اتباع کرنی چاہیئے۔

۴۔عبادت میں اس کی اہمیت

عبادت میں بھی نظم وضبط رکھنا چاہیئے اس طرح کہ ہر عبادت کو وقت اور موقع پر بجالائیں، نماز کو اس کے اول وقت میں جماعت کے ساتھ ادا کریں، ماہ رمضان میں روزے رکھیں، اگر سفر یا بیماری کی وجہ سے کوئی روزہ چھوٹ جائے تو اس کی قضا فوراً ادا کریں، خمس وزکوۃ ادا کریں، اور عبادت میں افراط وتفریط سے پرہیز کریں۔عبادت میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا چاہیئے کیوں کہ اعتدال پسندی عبادت میں فائدہ مند ہے۔

عبادت اور مستحب امور میں زیادتی سے کام لینے سے انسان بسا اوقات اکتا جاتا ہے جس کی وجہ سے بعض اوقات وہ اجتماعی سرگرمیوں سے محروم رہتا ہے بلکہ کبھی تو اس کا یہ عمل ثواب کے بجائے باعث عذاب بن جاتا ہے جیسے دعا یا نوحہ خوانی یا کوئی اور مستحب عمل رات گئے تک لاؤڈاسپیکر پر پڑھتا رہے، ظاہر ہے کہ اس سے

---

[۱] بحارالانوار ج۔۴۹ص۔۱۰۶

ہمسایوں یا بیماروں کو تکلیف ہوتی ہے۔

مستحب عبادت اس وقت مفید اور کار آمد ہوتی ہے جب وہ رضا ور غبت اور شوق و محبت کے ساتھ انجام دی جائے، اس مسلمان کی داستان مشہور ہے جس نے اپنے غیر مسلم ہمسائے کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تھی، جب اس کا ہمسایہ مسلمان ہو گیا تو وہ اسے مسجد لے گیا اور صبح سے لے کر مغرب تک مسجد ہی میں نماز و دعائیں پڑھتا رہا، قرآن کی تلاوت کرتا رہا... غرض اسے صبح سے شام تک ان امور میں مصروف رکھا۔

چنانچہ جب وہ دوسرے دن اس کے پاس گیا کہ اسے عبادت کے لئے اپنے ہمراہ مسجد لے چلے تو اس نے ساتھ چلنے سے صاف انکار کر دیا اور کہا: میرے یہاں بیوی بچے بھی ہیں ان کے اخراجات کے لئے بھی کچھ کرنا ہے مجھے ایسا دین قبول نہیں، جاؤ اپنی راہ لو''

۵۔ اخراجات میں اس کی اہمیت

روٹی، کپڑے اور زندگی کے دوسرے اخراجات، جو کہ بیت المال یا دیگر اموال سے پورے ہوتے ہیں، ان میں اعتدال سے کام لینا چاہیئے نہ افراط سے کام لیا جائے اور نہ ہی بخل سے۔

اخراجات میں نظم وضبط کا مطلب یہ ہے کہ آمد وخرچ میں تولہ ماشہ، کا حساب رکھا جائے، پیداوار اور اخراجات میں توازن رکھا جائے، اخراجات میں اسراف اور فضول خرچی، سے انسان مفلس اور نادار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید فضول خرچی اور بے حساب خرچ کرنے کی مذمت کرتا ہے اور فضول خرچی انسان کو شیطان کا بھائی قرار دیتا ہے۔[۱]

انفرادی اور نجی زندگی میں بھی اخراجات میں اعتدال رکھنا چاہیئے اسی طرح حکومت اور مسلمانوں کے بیت المال میں بھی میانہ روی اختیار کرنا چاہیئے، معاشرہ میں وہی حکومت کامیاب ہوتی ہے کہ جس کے مالی منصوبے نظم وضبط پر مبنی ہوتے ہیں۔

اخراجات میں اعتدال: یعنی بجلی، پانی، میوے، لباس اور کھانے پینے کی چیزوں کے بے مقصد خرچ کرنے سے پرہیز کرنا انسان کو بے نیاز اور معاشرہ کو خود کفیل بنا دیتا ہے۔

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام بیت المال سے خرچ کرنے کے بارے میں اپنے کارکنوں کو ہدایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قلم کی نوک کو باریک اور سطروں کے فاصلے کو کم کرو، اضافی آداب والقاب کو حذف کرو، اپنے مطالب کو خلاصہ کے طور پر تحریر کیا کرو اور فضول خرچی سے

---

[۱] سورہ بنی اسرائیل: ۲۷

دور رہو کہ مسلمانوں کا بیت المال اس قسم کے اخراجات کا متحمل نہیں ہو سکتا'' [۱]

۶۔ جنگ میں نظم و ضبط کی اہمیت

خاص طور پر جنگ، جنگی آپریشن، میدان وغا اور عسکری امور میں نظم و ضبط کو ملحوظ رکھنا خصوصی اہمیت کا حامل ہے۔

واضح رہے جنگ میں مجاہدین کی کامیابی کا دارومدار اپنے کمانڈروں کی حکمت عملی اور جنگی تدابیر پر پختہ یقین کے ساتھ ان کی اطاعت اور لشکر کے منظّم ہونے پر ہے۔ خداوند عالم قرآن مجید میں فرماتا ہے:

''اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهِ صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ'' [۲]

''یقیناً خداوند عالم ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کی راہ میں یوں منظّم طریقہ سے صف باندھ کر لڑتے ہیں جیسے سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتی ہے''

جنگ کے دوران، حملہ کے وقت، پیچھے ہٹنے کے موقع پر اور آرام و استراحت کے وقت نظم و ضبط کا مظاہرہ فتح اور کامیابی کی علامت ہے، جب کہ گڑبڑ اور سرکشی اور بدنظمی بعض اوقات جیتی ہوئی جنگ کو شکست میں تبدیل کر دیتی ہے۔

---

[۱] بحار الانوار ج۔۴۱ص۔۱۰۵/ [۲] سورہ صف: ۴

حضرت رسول اکرمؐ حملہ کا حکم دینے سے پہلے تمام فوجیوں کی صفیں درست کرتے، ہر شخص کا فریضہ مقرر فرماتے اور نافرمانی پر تنبیہ اور سرزنش فرماتے تھے۔[۱]

جنگ میں کمانڈر کی اطاعت اور جنگی قوانین کی پابندی زبردست اہمیت اور حساس ذمہ داری کی حامل ہوتی ہے، کمانڈر کے احکام کا احترام، اپنے اپنے محاذ پر ڈٹے رہنا، خودرائی اور جذباتی طرزِ فکر سے پرہیز کامیابی کا ضامن ہوتا ہے۔

تاریخ میں بہت سے ایسے نمونے بھی ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بدنظمی بے ضابطگی اور قوانین کی خلاف ورزی کی وجہ سے جیتی ہوئی جنگیں شکست میں تبدیل ہوگئیں اور دشمن کے غالب آجانے کا سبب بن گئیں۔ چنانچہ جنگ احد میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو عبداللہ ابن جبیر کی سرکردگی میں ایک درّے پر متعین فرمایا۔

جنگ کے شروع ہوجانے کے بعد سپاہ اسلام کی سرفروشانہ جنگ سے دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور لشکر اسلام آخری کامیابی کی حدود تک پہنچ گیا، دشمنان اسلام شکست کھا کر بھاگنے لگے، درّے پر متعین افراد نے کامیابی کی صورت دیکھ کر رسولؐ خدا کے فرمان کو فراموش کردیا اور اپنے مورچوں کو چھوڑ کر مال غنیمت جمع کرنے لگے، یہ بدنظمی اور رسولؐ خدا کے جنگی فرمان کی خلاف ورزی کی وجہ سے دشمن کے شکست خوردہ لشکر نے مسلمانوں کی غفلت سے فائدہ اٹھایا اور پہاڑ کے حساس درّے کو خالی پا کر سپاہ اسلام پر حملہ آور ہوگیا اور اس بدنظمی اور کمانڈر کے حکم کی خلاف ورزی کے

---

[۱] تاریخ پیامبر اسلامؐ مولف ڈاکٹر آیتی ص۔ ۲۳۹

سبب ،مسلمانوں کو زبردست شکست کا منھ دیکھنا پڑا اور سنگین جانی نقصان اٹھانا پڑا۔[۱]

محاذ جنگ پر نظم وضبط کی اہمیت

اسی لئے محاذ جنگ پر کسی ڈیوٹی پر متعین ہونے ،کسی یونٹ میں منتقل ہونے ، چھٹی پر جانے ،کسی پروگرام میں سرگرم شرکت ،غرض تمام امور میں ذمہ دار افسروں کے احکام وآراء کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔

خداوند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

''مومن وہ لوگ ہیں جو خدااور اس کے رسولؐ پرایمان لائے اور جب کسی اہم اور جامع کام (جنگ) میں پیغمبر اکرمؐ کے ہمراہ ہوتے ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر کہیں نہیں جاتے ،اجازت حاصل کرنے والے ہی صحیح معنوں میں خدااور اس کے رسولؐ پرایمان لائے ہیں، پس جب بھی وہ اپنے بعض کاموں کے لئے آپ سے اجازت طلب کریں ،تو آپ جسے چاہیں اجازت عطافرمائیں'' [۲]

اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ چھٹی پر جانا بھی پیغمبرکی اجازت پر موقوف ہے، ہماری دعا ہے کہ راہ خدا میں مسلسل جدوجہد کرنے والے اور ''فی سبیل اللہ''

---

[۱] مزید تفصیل کے لئے کتاب فروغ ابدیت ج۔۲ص۔۴۶۶ کا مطالعہ کیا جائے۔

[۲] سورہ نور: ۶۰

جہاد کرنے والے ایک محکم و مضبوط صف میں مستحکم نظم و ضبط کے تحت متحد و متفق ہو کر
دشمنان حق اور پیروان شیطان پر غالب آ جائیں۔ آمین''

تیسرا سبق

- سچ اور جھوٹ
- سچ انبیاء کے مقاصد میں سے ایک ہے۔
- جھوٹ کے برے اثرات۔
- جھوٹ کیوں بولا جاتا ہے۔
- جھوٹ کا علاج۔

سچ اور جھوٹ

سچ ایک بہترین اور قابل تعریف صفت ہے کہ جس سے مومن کو آراستہ ہونا چاہیئے، راست گوئی، راست گفتاری انسان کی عظیم شخصیت کی علامت ہے جب کہ جھوٹ بولنا اس کے پست، ذلیل اور حقیر ہونے کی نشانی ہے۔

احادیث میں ''سچ اور جھوٹ'' کو کسی انسان کے پہچاننے کا معیار قرار دیا گیا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

کسی انسان کے اچھے یا برے ہونے کی پہچان اس کے رکوع اور سجود کو طول دینے سے نہیں ہوتی اور نہ ہی تم اس کے رکوع اور سجود کے طولانی ہونے کو دیکھو کیوں کہ ممکن ہے ایسا کرنا اس کی عادت بن چکا ہو کہ جس کے چھوڑنے سے اسے وحشت ہوتی ہے بلکہ تم اس کے سچ بولنے اور امانتوں کے ادا کرنے کو دیکھو۔[۱]

سچے انسان کا ظاہر پرسکون اور باطن مطمئن ہوتا ہے، جب کہ جھوٹا آدمی ہمیشہ پریشان اور ظاہری و باطنی اضطراب میں مبتلا رہتا ہے، حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''کوئی شخص بھی اپنے دل میں کوئی راز نہیں چھپاتا، مگر اس کے چہرے کے

---

[۱] سفینۃ البحار ج۔۲ص۔۱۸

رنگ سے اور بے ربط باتوں کے ذریعہ اس کی زبان سے ظاہر ہو جاتا ہے‘‘[۱]

ایک شخص بہت سا مال لے کر چند ساتھیوں کے ساتھ سفر پر گیا ہوا تھا، اس کے ساتھیوں نے اسے قتل کر کے اس کے مال پر قبضہ کرلیا، جب وہ واپس آئے تو کہنے لگے کہ وہ اثناء سفر میں فوت ہو گیا، انہوں نے آپس میں یہ طے کرلیا تھا کہ اگر کوئی ان سے اس کی موت کا سبب پوچھے تو سب یہی کہیں گے کہ وہ بیمار ہو گیا تھا اور اس میں فوت ہو گیا، اس شخص کے ورثاء نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں ذکر کیا، حضرت علیؑ نے تفتیش کے دوران دریافت فرمایا کہ تمہارے ساتھی کی موت کس دن اور کس وقت واقع ہوئی؟ اسے کس نے غسل دیا؟ کس نے کفن دیا؟ کس نے نماز جنازہ پڑھائی؟ ہر ایک سے بطور جداگانہ سوالات کئے، اور ہر ایک نے ایک دوسرے کے برعکس جواب دیا۔

امام علیہ السلام نے تکبیر بلند کی اور تفتیش مکمل کر کے ان کے جھوٹ کا پردہ فاش کر دیا کہ ساتھیوں ہی نے اسے قتل کر کے مال پر قبضہ کرلیا تھا۔[۲]

سچ انبیاء علیہم السلام کا ایک اہم مقصد ہے

لوگوں کو سچا اور امین بنانا اور جھوٹ اور خیانت سے باز رکھنا انبیاء الٰہی کے بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد رہا ہے، جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق

---

[۱] نہج البلاغہ حکمت۔ ۲۵/ [۲] قضاوتہای حضرت علیؑ

فرماتے ہیں:

"اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا اِلَّا بِصِدْقِ الْحَدِيْثِ وَاَدَاءِ الْاَمَانَةِ" [۱]

"خداوند عالم نے کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر دو نیک اور پسندیدہ خوبیوں کے ساتھ، ایک سچ بولنا اور دوسرے امانتیں ادا کرنا۔"

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لَا يَجِدُ عَبْدٌ حَقِيقَةَ الْاِيْمَانِ حَتّٰى يَدَعَ الْكِذْبَ جِدَّهُ وَهَزْلَهُ" [۲]

"کوئی بندہ ایمان کی حقیقت کو اس وقت تک نہیں پا سکتا، جب تک کہ وہ جھوٹ بولنا نہ چھوڑ دے شوخی اور بیہودہ گوئی کو ترک نہ کر دے۔"

جھوٹ کے اثرات:

◉ جھوٹ، انسان کی شرافت اور اس کی شخصیت کے برعکس ہے، یہ انسان کو ذلیل کر دیتا ہے، جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَلْكِذْبُ وَالْخِيَانَةُ لَيْسَ مِنْ اَخْلَاقِ الْكِرَامِ" [۳]

"جھوٹ اور خیانت شریف لوگوں کا شیوہ نہیں ہے"

---

[۱] سفینۃ البحار ج۔۲ص۔۱۸/ [۲] سفینۃ البحار ج۔۲ص۔۴۷۳/

[۳] شرح غرر الحکم ج۔۷ص۔۳۴۳

◉ جھوٹ، ایمان کو برباد کر دیتا ہے، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِنَّ الْكِذْبَ هُوَ خَرَابُ الْاِيْمَانِ"[۱]

"جھوٹ ایمان کی تباہی کا سبب ہے"

◉ جھوٹ دوسرے گناہوں کا سبب بنتا ہے جب کہ سچائی بہت سے گناہوں میں رکاوٹ بنتی ہے، جھوٹ بولنے والا کسی گناہ کے ارتکاب سے نہیں ہچکچاتا، ہر قسم کی قید و بند کو توڑ ڈالتا ہے اور جھوٹ سے ان تمام گناہوں کا انکار کر دیتا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

خداوند عالم نے تمام برائیوں کو ایک جگہ جمع کیا ہے اور اس کی چابی شراب کو قرار دیا ہے، لیکن جھوٹ شراب سے بھی بدتر ہے۔[۲]

◉ جھوٹ کفر سے قریب ہے، ایک شخص نے رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ "کس جرم کی وجہ سے زیادہ تر لوگ جہنم میں جائیں گے؟" حضورؐ نے ارشاد فرمایا "جھوٹ کی وجہ سے" کیوں کہ جھوٹ انسان کو فسق و فجور اور ہتک حرمت کی طرف لے جاتا ہے، فسق و فجور کفر کی طرف اور کفر جہنم کی طرف لے جاتا ہے۔[۳]

---

[۱] اصول کافی (مترجم) ج۔۲ص۔۳۳۹/ [۲] سفینۃ البحار ج۔۲ص۔۴۷۳/

[۳] مستدرک الوسائل ج۔۲ص۔۱۰۱

◉ جھوٹ بولنے والے پر کوئی اعتماد نہیں کرتا، جھوٹ بولنے سے انسان کی شخصیت کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے، اور دروغ گوئی اس کے بے آبرو ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے۔ جھوٹے چرواہے کی داستان آپ نے کتابوں میں پڑھی ہوگی کہ جس نے جھوٹ سے ''شیر آیا، شیر آیا'' چلا کر اپنا اعتماد کھو دیا تھا، چنانچہ ایک دن واقعی شیر کا شکار ہو گیا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو شخص جھوٹا مشہور ہو جائے اس سے لوگوں کا اعتماد اٹھ جاتا ہے۔[۱]

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

جو جس قدر زیادہ جھوٹا ہوگا، اسی قدر زیادہ ناقابل اعتماد ہوگا۔[۲]

◉ ''دروغ گو را حافظہ نباشد'' والی ضرب المثل صحیح ہے، کیونکہ جھوٹا ہمیشہ حقیقت کے برخلاف بات کرتا، متعدد نشستوں میں مختلف قسم کے جھوٹ بولتا ہے، یہ جھوٹ ایک دوسرے کے برعکس ہوتے ہیں، بھول جاتا ہے کہ کیا اور کون سی بات کہاں کہی تھی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''نسیان اور بھول چوک ایک ایسی چیز ہے جو خدا جھوٹوں کے دامن میں ڈال دیتا ہے۔[۳]

---

[۱] شرح غرر الحکم ج ۷ ص ۳۴۵/ [۲] اصول کافی (مترجم) ج ۴ ص ۳۸

[۳] اصول کافی ج ۴ ص ۳۸

جھوٹ کیوں بولا جاتا ہے؟

ہر گناہ اور برا کام ان ہی اسباب کی وجہ سے سرزد ہوتا ہے جو کہ انسان کے اندر ہی اندر پروانِ چڑھتے رہتے ہیں: لہٰذا گناہوں کا مقابلہ کر کے ان اسباب وعللِ کا خاتمہ کر دینا چاہئے، جھوٹ ایسی بری عادت کے کئی اسباب بتائے گئے ہیں جنہیں ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں:

❁ احساس کمتری: بعض لوگ چونکہ اپنے اندر اپنی اہمیت یا کوئی خاص ہنر نہیں پاتے، لہٰذا کچھ جھوٹی اور بے سروپا باتوں کو جوڑ کر لوگوں کے سامنے اپنی اس کمی کی تلافی کی کوشش کرتے ہیں اور اپنے آپ کو معاشرہ کی ایک اعلیٰ شخصیت ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ رسولؐ خدا فرماتے ہیں:

"جھوٹا شخص، احساس کمتری کی وجہ سے ہی جھوٹ بولتا ہے"

❁ سزا اور جرمانہ سے بچنے کیلئے: کچھ لوگ سزا کے خوف سے جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں اور اس طرح وہ یا تو سرے ہی سے جرم کا انکار کر دیتے ہیں یا پھر اپنے جرم کی غلط توجیہ اور تاویل کرتے ہیں، اور اپنے جرم کا اقرار کرنے پر قطعاً آمادہ نہیں ہوتے اور جرم کی سزا بھگتنے یا جرمانہ ادا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔

❁ منافقت اور دوغلی پالیسی: منافق اور وہ لوگ جن کے ظاہر

وباطن الگ الگ ہوتے ہیں، جھوٹ کے پردے میں خوشامدانہ اور چاپلوسانہ رویہ اپنا کر ایسی حرکتوں کا ارتکاب کرتے ہیں کہ جس سے معاشرے کے افراد کی توجہ اپنی طرف مبذول کر کے اپنے ناپاک عزائم کو پورا کر لیتے ہیں۔ خداوند عالم نے سورہ بقرہ کے اوائل میں اس طریقہ کار کو منافقین کی صفت قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:

"وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْا اٰمَنَّا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ"[۱]

"تنہائی میں ملاقات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو (مومنین کے ساتھ) ٹھٹھا مذاق کرتے ہیں"

ایمان کا فقدان: قرآن مجید اور روایات سے پتہ چلتا ہے کہ دروغ گوئی کی ایک بنیادی وجہ ایمان کا کلی طور پر فقدان یا ایمان کی کمزوری ہے، قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ"[۲]

"جھوٹ تو صرف وہی لوگ گڑھتے ہیں جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے، اور یہی لوگ جھوٹے ہیں"

---

[۱] سورہ بقرہ: ۱۴/ [۲] سورہ نحل: ۱۰۵

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"کَثْرَةُ الْکِذْبِ تَفْسِدُ الدِّیْنَ"[۱]

"جھوٹ کی کثرت دین وایمان کو برباد کر دیتی ہے"

جھوٹ کا علاج

اجمالی طور پر جھوٹ کے اسباب کو بیان کر دیا گیا ہے، اختصار کے ساتھ اس کا علاج بھی قلم بند کر رہے ہیں:

۱ احساس کمتری کو دور کیا جائے۔

۲ شجاعت وجواں مردی کی صفت کو تقویت دی جائے تا کہ بے خوف و خطر اور بغیر جھوٹ کا سہارا لئے حقائق اور واقعات کو بغیر کمی و زیادتی کے بیان کر کے سزا و جرمانہ کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیا جائے۔

۳ دوغلی پالیسی اور منافقت کا علاج کیا جائے جو جھوٹ کی اصل وجہ ہے۔

۴ اپنے اندر ایمان اور تقویٰ کے درجات کو بلند سے بلند تر کیا جائے، کیوں کہ ایمان وتقویٰ کا درجہ جس قدر بلند تر ہوگا، جھوٹ اور بری عادتوں سے اسی قدر جان چھوٹ جائے گی۔

۵ قرآن مجید کی ان آیات اور احادیث معصومینؑ کا زیادہ سے

---

[۱] شرح غرر الحکم ج۔ ۷ ص۔ ۳۴۴

زیادہ مطالعہ کیا جائے اور ان میں خوب غور وخوض کیا جائے جو جھوٹ کی مذمت میں وارد ہوئی ہیں، اور اسے ہلاکت اور بدبختی کا سبب قرار دیتی ہیں۔

۶ اس بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ جھوٹے انسان کی قدر و قیمت معاشرے میں گر جاتی ہے، کوئی شخص اس کی باتوں پر اعتماد نہیں کرتا، اور نہ ہی اس کا احترام کرتا ہے۔

۷ ایسی آیات اور روایات میں خوب غور وفکر کیا جائے جو صدق و سچائی کی مدح کرتی ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا:

غور کرو! حضرت علی علیہ السلام کو کن وجوہات کی بنا پر پیغمبر اکرمؐ سے اس قدر قرب اور مقام و منزلت حاصل ہوئی تم بھی وہی کام کرو، یقیناً علی علیہ السلام سچائی اور ایمانداری کی بنا پر آنحضرتؐ سے اس قدر قریب ہوئے تھے۔[۱]

---

[۱] جامع السعادات ج۔۲ص۔۳۳۴

چوتھا سبق

- زبان درازی۔
- بدکلامی کا انجام۔
- معصوم پیشواؤں کا کردار۔
- بدکلامی کا علاج۔

زبان درازی

زبان، انسانی جسم کا ایک چھوٹا سا جزء ہے، اگر اس کی تربیت نہ کی جائے تو بڑے بڑے گناہوں کی مرتکب ہو جائے، علماء علم اخلاق نے زبان کے تقریباً بیس گناہ تحریر کئے ہیں۔ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"صَلاحُ الاِنْسانِ فِیْ حَبْسِ اللِّسانِ"[۱]

انسان کی بہتری اس کی زبان کی حفاظت میں ہے۔

زبان انسان کی شخصیت اور اس کے کمال کا آئنہ دار ہے، زیرک اور ذی شعور انسان لوگوں کو چند باتوں کے ذریعہ پہچان لیتے ہیں، بقول شیخ سعدی:

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب وہنرش نہفتہ باشد

"جب تک انسان بات نہ کرے، اس کے عیب اور ہنر چھپے رہتے ہیں"

اچھی بات اور مفید گفتگو، متکلم کی پاک طینتی اور باطنی پاکیزگی کی علامت ہوتی ہے، ناشائستہ اور بے ہودہ گفتگو متکلم کی آلودہ ضمیر کی نشانی ہے، حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

---

[۱] میزان الحکمۃ ج۔۸ ص۔۴۲۹

''سُنَّةُ اللِّئَامِ قُبحُ الکَلَامِ''

''کمینہ اور پست فطرت لوگوں کا شیوہ بدکلامی ہوتا ہے''

امام صادقؑ نے بدزبان شخص سے تعلقات توڑ لئے

ایک شخص اکثر اوقات حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں رہتا تھا، یہاں تک کہ وہ حضرتؑ کے ساتھ ہمیشہ رہنے کی بنا پر خاصی شہرت حاصل کر چکا تھا، چنانچہ ایک دن وہ آپؑ کے ساتھ جوتا فروشوں کے بازار سے گزر رہا تھا، اس کا غلام بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اس شخص نے پیچھے مڑ کر غلام کو دیکھا تو وہ اسے نظر نہ آیا، چند قدم چل کر اس نے پھر اسے دیکھا پھر بھی نظر نہ آیا، تیسری مرتبہ اسے غلام کی اس حرکت پر غصہ آ گیا کہ وہ اس سے اس قدر پیچھے کیوں رہ گیا ہے، غلام کو پیچھے رہنے کی جرأت کیسے ہوئی؟ جب چوتھی مرتبہ اس نے غلام کو آتے ہوئے دیکھا تو وہ شخص اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا اور غلام کو ماں کی گالی دے کر کہا کہ......تو کہاں تھا؟

حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام نے اس کی بدزبانی دیکھ کر اپنا ہاتھ زور سے پیشانی پر مارا اور فرمایا: سبحان اللہ! تم اپنے غلام کو گالی دے رہے ہو اور اس کی ماں کو برائی سے یاد کر رہے ہو؟ میں تو سمجھتا تھا کہ تم متقی پرہیزگار انسان ہو، اب معلوم ہوا کہ تمہارے اندر تقویٰ نہیں ہے۔

وہ شخص اپنی اس بدزبانی کی توجیہ کرتے ہوئے عرض کرنے لگا: فرزند رسولؐ! اس غلام کی ماں سندھی ہے، اور آپ جانتے ہیں کہ وہ مسلمان نہیں ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس کی ماں کافر تھی، سو تھی، ہر قوم اور ملت کے اپنے قوانین اور اپنے مذہب کے طریقے ہوتے ہیں جن کے تحت وہ ازدواجی امور انجام دیتے ہیں، اس لحاظ سے ان کا یہ عمل زنا نہیں ہوتا اور ان کی اولاد ''ولد الزنا'' نہیں کہلاتی، اس کے بعد فرمایا: اب تم مجھ سے دور ہو جاؤ پھر اس شخص کو کسی نے آپؑ کے ساتھ کبھی نہ دیکھا۔[۱]

بدکلامی کی سزا

اب ہم یہاں مختصر طور پر بدزبانی کے برے انجام کے بارے میں کچھ باتیں عرض کرتے ہیں:

۱ بدزبانی انسان کو خدا کے نزدیک بے قدر و قیمت بنا دیتی ہے اس کے اور خدا کے درمیان جدائی ڈال دیتی ہے۔ حضرت امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں:

''اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْمُتَفَحِّشَ''[۲]

''خداوند عالم گالی گلوچ کرنے والے کو دشمن رکھتا ہے''

۲ بدزبان شخص کی دعا قبول نہیں ہوتی، امام جعفر صادق علیہ السلام

---

[۱] اصول کافی (مترجم) ج۔۴ص۔۱۵۔/[۲] میزان الحکمۃ ج۔۸ ص۔۱۵

فرماتے ہیں: بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو تین سال تک اللہ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر دعا مانگا کرتا تھا کہ خدا اسے اولاد نرینہ سے نوازے، لیکن جب اس کی دعا قبول نہ ہوئی تو وہ بہت ہی افسردہ خاطر ہوا، آخرکار اس نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص اسے کہہ رہا ہے کہ: تم تین سال سے خدا کو بری اور آلودہ زبان سے پکار رہے ہو اور پھر اس بات کی توقع رکھتے ہو کہ خدا تمہاری آرزوؤں کو پورا کرے؟ جاؤ پہلے زبان کو ان آلودگیوں سے پاک کرو پھر دعا مانگو تاکہ خدا کے نزدیک ہو جاؤ اور وہ تمہاری دعاؤں کو قبول کرے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بیان کرتے ہیں :

"اس شخص نے اس بزرگ انسان کی راہنمائی پر عمل کیا اور دعا مانگی خدا نے اسے فرزند عطا کیا۔" [۱]

۳ بدزبان شخص پر جنت حرام ہے: حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: "خداوند عالم نے بہشت کو ہر اس بدزبان اور بے ہودہ بکنے والے شخص پر حرام کر دیا ہے، جسے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ کیا بک رہا ہے اور لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔" [۲]

۴ بدزبانی، نفاق کی علامت ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: گالی گلوچ، بدزبانی اور بے ہودہ گوئی نفاق کی ایک علامت ہے۔ [۳]

---

[۱] اصول کافی (مترجم) ج۔۴ ص۔۱۶/ [۲] میزان الحکمۃ ج/۸ ص/۱۴۔

[۳] اصول کافی (مترجم) ج۔۴ ص۔۱۷/

۵ بدزبان شخص کا شمار بدترین لوگوں میں ہوتا ہے۔ رسول اکرمؐ فرماتے ہیں: ''خدا کی بدترین مخلوق میں سے ایک بدزبان شخص بھی ہے، جس کی بدزبانی کی وجہ سے لوگ اس کے ساتھ میل جول کو پسند نہیں کرتے۔'' [۱]

۶ بدزبانی کی وجہ سے انسان کی زندگی سے برکت اٹھ جاتی ہے اور وہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ حضرت امام معصوم علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مَنْ فَحَشَ عَلىٰ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ نَزَعَ اللّٰهُ مِنْهُ بَرَكَةَ رِزْقِهِ وَوَكَلَهُ اِلىٰ نَفْسِهِ وَأَفْسَدَ عَلَيْهِ مَعِيشَتَهُ'' [۲]

''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو گالی دیتا ہے، خداوند تعالیٰ اس کے رزق و روزی سے برکت اٹھا لیتا ہے اور اسے اس کے نفس کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے۔''

معصومؑ پیشواؤں کا کردار

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے کردار اور اپنی رفتار کیلئے پیغمبرؐ خدا اور ائمہ اطہارؑ کو اپنا نمونہ عمل بنائے، محمدؐ و آل محمدؑ نے اپنی تمام عمر میں نہ صرف کبھی کسی کو نازیبا الفاظ سے پکارا ہے بلکہ اپنے بزرگوارانہ طرز زندگی سے نازیبا اور نامناسب گفتگو کرنے والوں کو شرمندہ کیا اور انہیں نیک راہ کی ہدایت کی، معصومینؑ کے کردار کی ایک جھلک دکھانے کیلئے نمونے کے طور پر دو واقعات کو سپرد قلم کیا جاتا ہے:

---

[۱] اصول کافی ج۔۴، ص۔۱۷/ [۲] وسائل الشیعہ ج۔۱۱، ص۔۳۲۸

◉ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: کسی یہودی کا رسولؐ خدا پر قرض تھا، اس کی مقررہ مدت جب ختم ہوگئی تو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر کا رُخ کیا، مدینہ کی ایک گلی میں اس کی آنحضرتؐ سے ملاقات ہوگئی تو اس نے قرض کا مطالبہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''فی الحال میرے پاس رقم نہیں ہے جس سے تمہارا قرضہ ادا کیا جا سکے۔''

یہودی نے کہا: جب تک آپؐ میرا قرضہ واپس نہیں کریں گے میں آپؐ کو نہیں چھوڑوں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کسی قسم کی ناراضگی یا غصے کا اظہار کئے بغیر اس کے ساتھ وہیں بیٹھ گئے۔ نماز ظہر، عصر، مغرب اور عشاء وہیں ادا کی، حتی کہ دوسرے دن کی صبح کی نماز بھی وہیں پر ادا کی، اصحاب نے خواہش کی کہ اسے ڈانٹ ڈپٹ کر بھگا دیا جائے، لیکن رسالت مآبؐ نے فرمایا:

'' خدا نے مجھے اس لئے نہیں بھیجا کہ میں کسی پر ظلم وستم کروں خواہ کوئی یہودی ہو یا غیر یہودی۔''

غرض ظہر کی نماز کا وقت قریب آ گیا، کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ انجام کار کیا ہوگا؟ اچانک یہودی اپنی جگہ سے اٹھا اور مودبانہ انداز میں حضور کے سامنے کھڑا ہو کر کہنے لگا: ''أَشْهَدُ أَنْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدً رَسُوْلُ اللّٰهِ''

پھر اس نے عرض کی: یا رسولؐ اللہ! یہ جو مشکلات میں نے آپؐ کے سامنے کھڑی کی تھیں یہ اس لئے نہیں تھیں کہ میں آپؐ سے اس ناچیز رقم کو واپس لوں

اور نہ ہی آپؑ کو دکھ تکلیف دینے کیلئے ایسا کیا تھا، بلکہ میں آپؑ کو آزمانا چاہتا تھا کہ آپؑ واقعی خدا کے رسولؐ ہیں یا نہیں! کیونکہ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ پیغمبر خاتم الانبیاء، نہ سخت مزاج ہوگا، نہ ہی تند خو و بد زبان ہوگا اور نہ بے ہودہ کلام کرنے والا ہوگا، وہ ہرگز کسی کو گالی نہیں دے گا۔[۱]

◉ حضرت امام حسن علیہ السلام ایک دن گھوڑے پر سوار ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ اچانک ایک شامی سے ملاقات ہوگئی، وہ شخص معاویہ کے غلط پروپگنڈہ کی بناء پر دشمن اہل بیتؑ بن چکا تھا، اس نے دیکھتے ہی برا بھلا کہنا شروع کردیا، آپؑ خاموشی کے ساتھ اس کی باتیں سنتے رہے، جب وہ ختم کرچکا تو امام حسنؑ نے خندہ پیشانی کے ساتھ مسکرا کر فرمایا:

معلوم ہوتا ہے تم مسافر ہو اور ہمارے دشمنوں کے دھوکہ میں آکر ایسا کہہ رہے ہو، اگر تمہیں اپنے گھر سے نکال دیا گیا ہے تو ہم تمہیں گھر دیتے ہیں، اگر بھوکے ہو تو ہم تمہیں کھانا کھلاتے ہیں، اگر لباس کی ضرورت ہے تو لباس دیتے ہیں، آؤ ہمارے ساتھ ہمارے گھر چلو تاکہ وہاں پر تمہاری خاطر تواضع کی جائے۔

شامی آپؑ کی یہ باتیں سن کر رونے لگا اور کہنے لگا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ہی رسولؐ خدا کے حقیقی جانشین اور خدا کی زمین میں خدا کے خلیفہ ہیں، اب تک آپؑ اور آپؑ کے جد امجد علی ابن ابی طالبؑ میرے نزدیک دنیا کے بدترین

---

[۱] بحار الانوار ج۔ ۱۶ ص۔ ۲۱۶

انسان تھے، لیکن اب خدا کی مخلوق میں، محبوب ترین انسان ہیں۔

پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے ہمراہ آپؑ کے دولت کدہ پر گیا اور ایک عرصے تک آپؑ کا مہمان رہا اور اہل بیت اطہار علیہم السلام کا سچا اور حقیقی محبّ بن گیا۔[۱]

حسن کلام اور خوش گفتاری، انبیاء اور اولیاء کا شیوہ ہے۔ اور دین خدا کی تبلیغ اور لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دینے کا ایک اہم عمل ہے، جب اللہ تعالیٰ نے اپنے دو نبیوں، موسیٰ اور ہارونؑ کو فرعون کی طرف بھیجا تو انہیں تاکید کردی کہ اس کے ساتھ نرمی سے بات کرنا، ہوسکتا ہے کہ وہ ہوش میں آجائے اور خدا کی عبادت کرنے لگے۔ ارشاد ہوتا ہے:

''اِذْهَبَا اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهُ طَغٰى فَقُوْلَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهُ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى''[۲]

''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور اس سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرو ہوسکتا ہے وہ ذکر حدا کرنے لگے اور اس سے ڈرے۔''

بدزبانی کا علاج

اس سلسلے میں چند نکات کو بیان کرنا ضروری ہے:

الف: انبیاء علیہم السلام انسانی روح کے طبیب ہوتے ہیں، چونکہ اخلاقی

[۱] بحار الانوار ج۔۴۳ ص۔۳۴۴/ [۲] سورہ طٰہٰ :۴۳۔۴۴

رذائل اور بری صفات انسانی روح اور جان کیلئے مرض ہیں، لہذا ہمیں چاہیئے: کہ ہم ان اقوال کو گوش دل سے سنیں اور اپنے روحانی درد کا علاج کریں۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام بدزبان سے بچنے کیلئے تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اِیَّاکَ وَمَایُستَهجِنُ مِنَ الْکَلامِ فَاِنَّهُ یَحْبِسُ عَلَیکَ اللِّئامُ وَ یُنفِرُ عَنکَ الْکِرَامُ" [۱]

"بدزبانی اور بے حیائی کی باتوں سے پرہیز کرو، کیوں کہ بدزبانی کی وجہ سے پست اور ذلیل لوگ تمہارے گرد جمع ہو جائیں گے اور شریف اور معزز لوگ تم سے دور بھاگیں گے"

یہ اس امام کا کلام ہے جس نے کبھی بھی کوئی نازیبا بات منہ سے نہیں نکالی، اس حدیث پر اگر غور کیا جائے تو بدزبانی کا انجام انسان کے ذہن میں مجسم ہو کر آجاتا ہے، یعنی اگر انسان بدزبان بن جائے اور زبان پر کنٹرول نہ کرے تو اس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ اچھے اور صالح لوگوں کا رابطہ اس سے منقطع ہو جائے گا اور لاابالی اور خدا سے بے خبر لوگوں کو اس سے تعلق استوار ہو جائے گا اور وہ اس کے ساتھی بن جائیں گے۔ اور یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ بدکار لوگوں کی ہم نشینی کا انجام اچھا نہیں ہوتا اور انسان اس قسم کے لوگوں کی دوستی و ہم نشینی سے اس وقت پشیمان ہوتا ہے جب ندامت کوئی فائدہ نہیں دیتی۔

---

[۱] میزان الحکمہ ج۔۰ ص۔۴۳۶

قرآن مجید ایسے لوگوں کے بارے میں خبردار کررہا ہے جو برے لوگوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہیں اوران کی دوستی نے انہیں اس طرح تباہ و برباد کردیا ہے کہ پشیمان ہوکربھی اپنی تباہی و بربادی کا ماتم کرتے ہیں، ملاحظہ فرمایئے:

''یَوْمَ یَعَضُّ الظّٰالِمُ علیٰ یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلاً یٰوَیْلَتیٰ لَمْ اَتَّخِذْ فُلاٰناً خَلِیْلاً''[۱]

''جس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا اے کاش! میں نے پیغمبرؐ کا راستہ اختیار کرلیا ہوتا، اے کاش فلاں کو اپنا دوست نہ بناتا''

لہٰذا اگر ہم اس قسم کے انجام سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمیں چاہیئے کہ نازیبا اور ناروا باتوں اور بدزبانی سے اپنے آپ کو بچائیں تا کہ اچھے لوگ ہمارے ساتھ دوستی کریں۔

ب: قرآن مجید نیک وشائستہ گفتگو کے بارے میں فرماتا ہے:

''اِلَیْہِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ''[۲]

''پاک وپاکیزہ کلام ہی خدا کی طرف جاتا ہے''

بنابریں اگرانسان نیک اورنرم کلام زبان پر جاری کرے تو خداوند عالم بھی ایسی باتوں کو سنتا ہے اورناپسندیدہ اوربے ہودہ باتوں کو خدا سننے کا روادار نہیں ہے۔

---

[۱] سورہ فرقان: ۲۷_۲۸ [۲] سورہ فاطر: ۱۰/[۲] میزان الحکمۃ ج۔۸ص۔۴۳۹۔

اور ایسی باتیں کرنے والے کو خدا دوست نہیں رکھتا، کتنی بری بات ہے کہ مومن جس زبان سے اللہ کہتا ہے، نماز پڑھتا ہے اور قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہے، اسی زبان سے فحش، رکیک، نازیبا اور ناروا الفاظ ادا کرے۔

ج: سکوت اور خاموشی بھی زبان پر کنٹرول کرنے کا ایک ذریعہ ہے، جہاں پر حق بات کے بیان کرنے کا موقع نہیں ہوتا وہاں زبان کو بند رکھنا کس قدر اچھا لگتا ہے۔ کیوں کہ زیادہ باتیں کرنا اور زبان کو بے لگام چھوڑ دینا ناشائستہ گفتگو کا سبب بن جاتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اِیَّاکَ وَ کَثْرَۃَ الْکَلَامِ فَاِنَّهُ یُکْثِرُ الزَّلَلَ وَیُورِثُ الْمِلَلَ''[۲]

''زیادہ باتیں کرنے سے پرہیز کرو، کیوں کہ اس سے لغزش زیادہ ہوتی ہے اور سننے والے کے لئے نفرت کا سبب بن جاتی ہیں''

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

''اَلْکَلَامُ کَالدَّوَاءِ قَلِیْلُهُ یَنْفَعُ وَ کَثِیْرُهُ قَاتِلٌ''[۱]

''گفتگو دواء کی مانند ہے کم کلام کرنا شفا بخش ہے اور زیادہ کلام موت ہے''

---

[۱] میزان الحکمۃ ج۔ ۸ ص۔ ۴۴۴

پانچواں سبق

- غیبت اور تہمت۔
- غیبت اور تہمت کے معنی۔
- قرآن وحدیث میں غیبت کی مذمت۔
- مومن کی غیبت سے بچنا چاہیئے۔
- غیبت کے آلات۔
- غیبت کے اسباب۔
- غیبت کا کفارہ۔
- قرآن وحدیث میں تہمت کی مذمت۔

غیبت اور تہمت

۱۔ غیبت اور تہمت کے معنی

غیبت: دوسروں کے بارے میں ایسی بات کرنا کہ اگر وہ سن لیں تو تکلیف پہنچے۔

تہمت: دوسروں کی طرف کسی ایسے گناہ یا عیب کی نسبت دینا جو ان میں نہ ہو۔

غیبت اور تہمت گناہ کبیرہ اور اخلاقی لحاظ سے بری عادتیں ہیں، مومن کو ان سے بچنا چاہیئے۔ روایت میں ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی شخص سے پوچھا:

''جانتے ہو، غیبت کیا ہوتی ہے؟ اس نے جواب دیا: خدا اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں تو حضورؐ نے فرمایا:

''ذِکْرُکَ أَخَاکَ بِمَا یُکْرِہُ''

''تم اپنے بھائی کا ایسی چیز کے ساتھ ذکر کرو جو اسے پسند نہیں''

اس نے پوچھا: جو بری بات میرے مومن بھائی میں پائی جاتی ہے اگر میں اس کا ذکر کروں تو کیا وہ بھی آپؐ کی نظر میں غیبت ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا:

''وَاِنْ کَانَ فِیْہِ مَاتَقُوْلُ فَقَدْ اِغْتَبْتَہُ وَاِنْ لَمْ یَکُنْ فِیْہِ فَقَدْ بَھَتَّہُ''[۱]

---

[۱] جامع السعادات ج۔۲ص۔۳۰۳'' چاپ بیروت'' ومیزان الحکمہ ،ج۶ص۳۳۸ باب۳۱۳۴ ما الغیبۃ

''جو بات اس میں ہے، اس کا ذکر غیبت ہے اور جو اس مین نہیں ہے اسے تمہارا بیان کرنا تہمت ہے۔''

۲۔ قرآن اور حدیث میں غیبت کی مذمت

قرآن مجید نے غیبت کی سخت مذمت کی ہے اور اسے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے برابر قرار دیا ہے اور اس سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

''وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً اَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ اَنْ يَاْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتاً فَكَرِهْتُمُوهُ''[۱]

''تم میں سے بعض، بعض کی غیبت نہ کریں، آیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اس سے تو تم نفرت کرتے ہو۔''

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے:

''اَلْغِيبَةُ اَسْرَعُ فِي دِينِ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ مِنَ الْاٰكِلَةِ فِي جَوْفِهِ''[۲]

''مسلمان کے دین (کی تباہی) کیلئے غیبت، اس کے باطن میں پیدا ہونے والی بیماری سے زیادہ مہلک ہوتی ہے۔

---

[۱] سورہ حجرات: ۱۲/ [۲] اصول کافی ج۔۲ ص۔۵۹

حضرت امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لَا تُعَوِّدُ نَفْسَکَ الْغِیْبَۃَ فَإِنَّ مُعْتَادَهَا عَظِیْمُ الْجُرْمِ"[۱]

"خود کو غیبت کا عادی نہ بناؤ، کیونکہ غیبت کے عادی شخص کیلئے بہت بڑی سزا ہے"

خداوند متعال کی عبادت و اطاعت جہاں بذات خود اچھی اور اپنے دامن میں آخرت کا ثواب بھی لئے ہوئے ہے، وہاں دوسرے نیک کاموں کی انجام دہی کیلئے بھی راہ ہموار کرتی ہے اور اس کے برعکس گناہ اور معصیت خداوندی جہاں بذات خود ایک جرم ہے اور اپنے ساتھ آخرت کا عذاب بھی رکھتی ہے، وہاں بہت سے دوسرے نیک کاموں کی تباہی کا سبب بھی بن جاتی ہے، چنانچہ حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَلْغِیْبَۃُ تَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ"[۲]

"غیبت نیکیوں کو ایسے کھا جاتی ہے جیسے آگ لکڑی کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے"

۳۔ مومن کی غیبت سے پرہیز کیا جائے

مومنین کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ اس بات کا مطالبہ کرتا ہے کہ ایک مومن اپنے بھائی کی نہ صرف جان و مال اور عزت و آبرو کو نقصان پہنچائے بلکہ

[۱] شرح غرر الحکم ج۔۶ ص۔۲۹۳ و میزان الحکمہ، ج ۷ ص ۳۳۳ باب ۳۱۳۰ [۲] مصباح الشریعہ ص۔۲۷۶

دوسرے لوگوں کے شر سے بھی اسے بچائے اور اپنے دینی بھائی کی حمایت کرے۔

اسی بنا پر کسی مومن کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے مومن بھائی کی عزت وآبرو کی پامالی کو دیکھتا رہے، اگر کوئی ناسمجھ انسان اس کی غیبت کے لئے زبان کھولے تو اسے اس سے باز رکھنا چاہیئے، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''آگاہ رہو کہ جو شخص کسی محفل میں اپنے مومن بھائی کی غیبت سنے، اسے چاہئیے کہ وہ اس پر احسان کرتے ہوئے غیبت کرنے والے کو اس کام سے روکے، تو اس طرح کرنے سے خداوند عالم اس کی پانچ ہزار برائیاں دونوں جہانوں میں دور کرے گا اور اگر قدرت رکھنے کے باوجود ایسا نہ کرے تو غیبت کرنے (یا کی جانے) والے کے گناہوں میں سے ستر گناہ اس کے حصے میں آتے ہیں۔''[۱]

۴۔غیبت کے آلات

صرف زبان کی نوک ہی غیبت نہیں کرتی کہ جس سے سننے والے کو روحانی دکھ ہوتا ہو، بلکہ ہر قسم کا اشارہ، کنایہ، سر اور ہاتھ پاؤں کی حرکتیں بھی غیبت میں شمار ہوتی ہیں جن سے کسی کی غیبت کا ارادہ کیا جائے۔

---

[۱] وسائل الشیعہ ج۔۸ص۔٦

حضرت عائشہ فرماتی ہیں:

ایک دن ایک عورت ہمارے گھر آئی، جب وہ واپس جا رہی تھی تو میں نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ اس کا چھوٹا قد ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"تم نے اس کی غیبت کی ہے۔"[۱]

۵۔ غیبت کے اسباب

غیبت ایک قسم کی روحانی بیماری ہے، جس میں غیبت کرنے والا مختلف اسباب وعوامل کی وجہ سے مبتلا ہو جاتا ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک حدیث میں اس کے دس سبب بیان فرمائے ہیں، ملاحظہ ہوں:

"وَأَصلُ الغِيبَةِ مُتنوِّعٌ بِعَشرَةِ أنواعٍ، شِفاءُ غَيظٍ وَمُساعِدَةُ قَومٍ، وَتُهمَةٌ وَتَصدِيقٌ بِلاخَبرٍ كَشفِهِ وَسُوءُ ظَنٍّ وَحَسَدٌ وَسِخرِيَةٌ وَتَعَجُّبٌ وَتَبَرُّمٌ وَتَزَيُّنٌ"[۲]

غیبت کے سرزد ہونے کے دس اسباب ہیں:

۱ غصہ اور غیظ وغضب جو انسان کے اندر موجود ہوتا ہے، وہ غیبت کے ذریعہ اسے ٹھنڈا کر کے خود کو تسکین پہنچاتا ہے۔

---

[۱] جامع السعادات ج۔۲ص۔۳۰۳/ [۲] مصباح الشریعۃ ص۔۲۰۶

۲۔ غیبت کرنے والوں کے گروہ کے ساتھ تعاون کرتا ہے۔

۳۔ کسی پر تہمت لگانے کے لئے غیبت کا سہارا لیتا ہے۔

۴۔ کسی بات کی تحقیق اور چھان بین کئے بغیر تصدیق کرتا ہے، اسے سچا ثابت کرنے کیلئے غیبت کرتا ہے۔

۵۔ دوسروں پر بدگمانی، اسے غیبت پر اکساتی ہے۔

۶۔ حسد، اسے غیبت پر بھڑکاتا ہے۔

۷۔ کسی کا مذاق اڑانے کیلئے، غیبت کرتا ہے۔

۸۔ اس کا تعجب کرنا بھی غیبت ہے۔

۹۔ کسی سے تنگ دل ہو جاتا ہے تو اس کی غیبت کرتا ہے۔

۱۰۔ اپنی بات کو سنوار کر پیش کرنے کے لئے کسی کی غیبت کرتا ہے۔

۶۔ غیبت کا کفارہ

چونکہ غیبت خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں میں سے ایک ہے لہٰذا غیبت کرنا خدا کے حرام کئے ہوئے کام کو انجام دینا ہے اور پھر حق اللہ غصب کرنے کے زمرہ میں آتی ہے، اور چونکہ انسان کی آبرو کو برباد کرتی ہے لہٰذا حق الناس میں بھی شمار ہوتی ہے، اسی لئے غیبت کرنے والے کو چاہئے کہ پہلے تو وہ خدا کی بارگاہ میں توبہ کرے اور

اپنے اس گناہ کی معافی مانگے، تاکہ خداوند تعالیٰ اس کے اس گناہ کو بخش دے اور اس کی توبہ قبول کرے۔ پھر وہ اس انسان کے حق کا تدارک کرے جس کی اس نے غیبت کی ہے، اگر وہ زندہ ہے اور اس تک رسائی ممکن ہے، اب اگر اس کے رنجیدہ خاطر یا غصے ہونے کا موجب نہیں بنتا تو اس سے معافی مانگے، اور ہر طریقے سے اسے راضی کرنے کی کوشش کرے اور اگر وہ اس دنیا سے رخصت ہوگیا ہے یا زندہ ہے لیکن اس تک رسائی مشکل ہے تو خدا سے اس کے لئے گناہوں کی بخشش کی دعا کرے، اور اگر اس تک رسائی ممکن ہے لیکن وہ غیبت سن کر ناراض یا رنجیدہ خاطر ہوجاتا ہے، یا فتنہ کھڑا ہونے کا باعث ہوتا ہے تو بھی اس کے لئے استغفار اور گناہوں کی بخشش کی دعا کرے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ: غیبت کا کیا کفارہ ہے؟ تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

"تَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِمَنْ اِغْتَبْتَهُ كُلَّمَا ذَكَرْتَهُ"[۱]

"جب بھی تم اس شخص کو یاد کرو جس کی غیبت کی ہے تو اس کیلئے خدا سے استغفار کرو"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"فَاِنْ اِغْتَبْتَ فَبَلَغَ الْمُغْتَابَ فَاسْتَحِلَّ مِنْهُ وَاِنْ لَمْ تَبْلُغْهُ فَاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ لَهُ"[۲]

---

[۱] اصول کافی ج۔۴ص۔۶۱ / [۲] مصباح الشریعۃ ص۔۲۰۵

''اگر تم نے کسی کی غیبت کی ہے اور وہ اس کے کان تک بھی جا پہنچتی ہے تو .. تم اس سے معافی مانگ کر بخشش طلب کرو، اور اگر اس تک نہیں پہنچی تو اس کیلئے خدا سے دعائے مغفرت کرو''

۷۔ قرآن و حدیث میں تہمت کی مذمت

جو برائیاں ہم نے غیبت کیلئے ذکر کی ہیں وہ سب تہمت میں بھی شامل ہیں، علاوہ ازیں تہمت لگانے والا جانتا ہے کہ جس بات کی نسبت دے رہا ہے وہ جھوٹی اور حقیقت کے خلاف ہے۔

قرآن مجید نے تہمت کو ''اثم مبین'' (کھلا گناہ) کے نام سے یاد کیا ہے، اور خبردار کیا ہے کہ تہمت لگانے والا اچھی طرح جانتا ہے کہ وہ جو کام کر رہا ہے وہ ناجائز اور گناہ ہے۔

''وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَاناً وَإِثْماً مُبِيناً''[۱]

''جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو ان کے ناکردہ گناہوں کی وجہ سے تکلیف پہنچاتے ہیں، وہ بہتان اور کھلا گناہ کرتے ہیں''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تہمت کو دین و ایمان کے تباہ کرنے

[۱] سورہ احزاب: ۵۸

والی چیز قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

"اِذَا اتَّهَمَ الْمُؤْمِنُ أَخَاهُ أَغَاثَ الْاِيْمَانُ مِنْ قَلْبِهِ كَمَا يُغَاثُ الْمِلْحُ فِي الْمَاءِ"[۱]

"جب مومن اپنے کسی بھائی پر تہمت لگاتا ہے تو اس کے دل سے ایمان یوں ختم ہو جاتا ہے جس طرح نمک پانی میں گھل کر ختم ہو جاتا ہے"

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

"مَنْ بَهَتَ مُؤْمِناً أَوْ مُؤْمِنَةً أَوْ قَالَ فِيْهِ مَالَيْسَ فِيْهِ أَقَامَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلٰى تَلٍّ مِنْ نَارٍ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ فِيْهِ"[۲]

"جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر تہمت لگاتا ہے یا اس کے بارے میں کوئی ایسی بات کرتا ہے جو اس میں نہیں ہے تو خداوند عالم اسے بروز قیامت، آگ کے ایک ٹیلے پر اس وقت تک کھڑا رکھے گا جب تک وہ اس سے عہدہ برآ نہیں ہو جائے گا (اپنی باتوں کا ثبوت پیش نہیں کرے گا) اور یہ بات واضح ہے کہ وہ اس کا ثبوت تو نہیں پیش کر سکے گا، لہٰذا عذاب میں ہمیشہ رہے گا"

دعا ہے کہ خداوند عالم ہمیں ان دونوں گناہوں سے محفوظ رکھے۔

"آمین"

---

[۱] اصول کافی ج۔۲ص۔۳۶۱ / [۲] بحار الانوار ج۔۷۵ص۔۱۹۴

چھٹا سبق

- اخوت اور اتحاد۔
- اخوت، ایک خدائی نعمت۔
- دینی بھائیوں کے حقوق۔
- بہترین بھائی۔
- اتحاد ایک قرانی حکم۔
- فرقہ بندی کے خطرات۔
- تفرقہ پردازی، مفسدوں کا شیوہ۔
- فرقہ بندی، عذاب الٰہی کی ایک قسم۔

اخوت اور اتحاد

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے فوراً بعد اور اسلامی حکومت کے آغاز میں خداوند عالم نے مومنین کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے، ارشاد ہے:

''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ'' [۱]

''یقیناً تمام مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں، لہٰذا تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کردیا کرو''

اس آیت کی بنیاد پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے درمیان اخوت و بھائی چارگی قائم کی اور حضرت علی علیہ السلام کو اپنا بھائی بنایا۔[۲] بھائی چارے کی یہ رسم محض لفظی کارروائی نہیں تھی بلکہ اس کے عملی انجام کو پیش نظر رکھا گیا تھا، اس طرح کے رشتے سے مومنین کا ایک دوسرے پر حق پیدا ہوگیا، وہ مشکلات میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتے تھے، کسی مومن کی غیر حاضری کی صورت میں اس کا مومن بھائی اس کے گھریلو امور اور مال کی دیکھ بھال کرتا تھا، اس

---

[۱] سورہ حجرات: ۱۰/ [۲] سیرت ابن ہشام ج۔ا ص۔ ۵۰۵

قسم کا رشتہ دنیا کے کسی اور دین میں نہیں ملتا اور یہ خصوصیت صرف اور صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔

اسی طرح دنیا کے مسلمان دینی رشتہ کے تحت ایک دوسرے سے منسلک ہیں اور ان کے دل ایک دوسرے سے اس طرح نزدیک ہیں گویا سب کا دل ایک ہی ہے اور صرف خدا ہی کی خوشنودی کے لئے دھڑکتا ہے۔

مسلمانوں کے درمیان تفرقہ یا جدائی ایک بے معنی سی بات ہے ایک دوسرے کی خوشی اور غمی میں برابر کے شریک ہیں۔ بقول شاعر:

مومنان بی حد و لی ایمان یکی　　　جسمشان معدود ولیکن جان یکی
جان حیوانی ندارد اتحاد　　　تو مجو این اتحاد از روح باد
جان گرگان و سگان از ہم جداست　　　متحد جانہای شیران خداست

''مومنین تو لاتعداد ہیں لیکن ان سب کا ایمان ایک ہے، ان کے جسم زیادہ ہیں لیکن جان ایک ہے، جانوروں کی جانوں میں اتحاد نہیں ہوتا، تمہیں یہ اتحاد ہوا کی روح میں تلاش نہیں کرنا چاہیے، بھیڑیوں اور کتوں کی جانیں ایک دوسرے سے علاحدہ ہیں، لیکن اللہ کے شیروں کی جانیں متحد اور ایک ہیں''

۲۔ اخوت، ایک خدائی نعمت

ایک دوسرے سے دلوں کا رشتہ دائمی اور اٹوٹ ہے، خدا کی یہ عظیم نعمت،

اسلامی بھائی چارے کی وجہ سے ملتی ہے۔ مسلمانوں کو خدا اس بات کی تاکید فرماتا ہے کہ میری اس نعمت کو ہمیشہ یاد رکھیں، اور اس کا شکر بجالائیں، ارشاد فرماتا ہے:

''وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا'' [۱]

''خدا کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہیں عطا کی ہے، کیوں کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے، خدا نے تمہارے دلوں کو الفت کے رشتے میں منسلک کر دیا اور اس کی نعمت کی وجہ سے تم ایک دوسرے کے بھائی بن گئے''

مومن کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ خدا کی بے انتہا نعمتوں کا شکر ادا کرے، اور ہر ایک نعمت کا شکر ایک مخصوص شکر ہوتا ہے۔ اخوت اور بھائی چارے کی نعمت کا شکر یہ ہے کہ اسلام کے اس حیات پرور حکم کے تحت اسلامی احکام پر عمل کیا جائے اور اپنے دینی بھائیوں کے حقوق کا احترام کیا جائے، ان حقوق میں سے چند کی طرف ہم ذیل میں اشارہ کرتے ہیں:

۳۔ دینی بھائیوں کے حقوق

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مومن کے حق کی ادائیگی کو ایک بہت بر[illegible] سے تعبیر فرماتے ہیں: چنانچہ ارشاد ہے:

''ماعُبِدَ اللّٰہ بشیٔ اَفْضَلَ مِنْ اَدَاءِ حَقِّ الْمُؤْمِنِ'' [۲]

---

[۱] سورہ آل عمران: ۱۰۳ / [۲] اصول کافی (مترجم) ج۔۳ ص۔۲۴۷

''مومن کے حق کی ادائیگی سے افضل خدا کی کوئی اور عبادت نہیں ہے''

ایک اور روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مومن کے سات حق بیان کئے ہیں:

۱ —— جو کچھ تم اپنے لئے پسند کرتے ہو، اپنے مومن بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند کرو، اور جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے ہو اس کے لئے بھی پسند نہ کرو۔

۲ —— جو بات اس کی ناراضگی کا سبب ہے اس سے پرہیز کرو، اس کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس کی باتوں پر عمل کرو۔

۳ —— اپنی جان، مال، ہاتھ، پاؤں اور زبان کے ذریعہ اس کی مدد کرو۔

۴ —— اس کی آنکھ کی مانند بنو اور اس کی راہنمائی کرو۔

۵ —— ایسا نہ ہو کہ تم تو سیر و سیراب رہو اور وہ بھوکا اور پیاسا رہ جائے، تم کپڑے پہنو اور وہ ننگا رہے۔

۶ —— اگر تمہارے بھائی کی خدمت کرنے والا کوئی نہیں تو کسی کو اس کے پاس بھیجو جو اس کے کپڑے دھوئے، اس کے لئے کھانا تیار کرے اور اس کی زندگی کو سنوارے۔

۷ —— اس کی قسم کا اعتبار کرو، اس کی دعوت کو قبول کرو، اس کی بیماری میں عیادت کرو، اس کے جنازے میں شرکت کرو، اگر اسے کوئی ضرورت درپیش ہو تو اس کے اظہار سے پہلے اسے پورا کرو اگر تم نے ایسا کر دیا تو یقین کرو کہ تم نے اپنی

دوستی کو مضبوط اور محکم کر دیا۔[۱]

مومن کے حقوق میں مندرجہ ذیل امور کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے:

❁ نصیحت اور خیر خواہی:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یَجِبُ لِلْمُؤْمِنِ عَلَی الْمُؤْمِنِ أَنْ یُنَاصِحَهُ"[۲]

"مومن پر واجب ہے کہ وہ دوسرے مومن کا خیر خواہ ہو"

❁ مہربانی اور احترام:

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ:

"مَافِیْ أُمَّتِیْ عَبْدٌ أَلْطَفَ أَخَاهُ فِیْ اللَّهِ بِشَیْئٍ مِنْ لُطْفٍ أَخْدَمَهُ اللَّهُ مِنْ خَدَمِ الْجَنَّةِ"[۳]

"میری امت میں کوئی بندہ ایسا نہیں ہے جو خدا کی رضا کی خاطر اپنے بھائی پر مہربانی کرے مگر یہ کہ خداوند عالم بہشت کے خدمت گاروں میں سے کچھ خدمت گار اس کے لئے بھیج دیتا ہے"

❁ حاجت پوری کرنا: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ خداوند عالم نے حضرت موسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ: میرے بندوں میں سے

---

[۱] اصول کافی (مترجم) ج۔۳ص۔۲۴۶/ [۲] اصول کافی (مترجم) ج۔۳ص۔۲۹۶

[۳] اصول کافی (مترجم) ج۔۳ص۔۲۹۴

کچھ ایسے بھی ہیں جو ''حسنہ'' یعنی نیکی کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتے ہیں، میں انہیں بہشت کا حاکم بناؤں گا، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: خداوندا! وہ ''حسنہ'' یعنی نیکی کیا ہے؟ خداوند عالم نے فرمایا: کسی مومن کا اپنے مومن بھائی کے لئے اس کی حاجت پوری کرنے کے لئے جانا خواہ وہ حاجت پوری ہو یا نہ ہو۔[۱]

❁ خوش کرنا: حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''اِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ اِدْخَالُ السُّرُوْرِ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ''[۲]

''یقیناً خدا کے نزدیک بہترین عمل، مومنین کو مسرور کرنا ہے''

۴۔ بہترین بھائی

ہم یہاں امیر المومنین علی علیہ السلام کے فرمان کی روشنی میں ایک بہترین بھائی کی چند صفات کو بیان کر رہے ہیں:

۱ ''خَیْرُ اِخْوَانِکَ مَنْ دَلَّکَ عَلٰی ھُدًی وَاَکْسَبَکَ تُقًی وَصَدَّکَ عَنْ اِتِّبَاعِ ھَوًی''[۳]

''تمہارا بہترین بھائی وہ ہے جو تمہیں ہدایت کرے اور نیکی کی طرف

---

[۱] اصول کافی (مترجم) ج۔۳ ص۔۲۸۱/ [۲] اصول کافی (مترجم) ج۔۳ ص۔۲۸۱/

[۳] شرح غرر الحکم ج۔۷ ص۔۸

راہنمائی کرے، تمہاری پرہیزگاری میں اضافہ کرے اور تمہیں خواہشات نفسانی کی پیروی سے باز رکھے"

۲۔ "خَیرُ اِخوانِکَ مَنْ دَعاکَ اِلیٰ صِدقِ الْمَقالِ بِصِدقِ مَقالِهِ وَنَدَبَکَ اِلیٰ أَفْضَلِ الْأَعْمالِ بِحُسْنِ أَعْمالِهِ"[۱]

"تمہارا بہترین بھائی وہ ہے جو اپنی سچی باتوں کے ذریعہ تمہیں سچ بولنے کی دعوت دے، اور اپنے اچھے کردار کے ذریعہ تمہیں نیک کاموں کی طرف پکارے"

۳۔ "خَیرُ الْاِخوانِ مَنْ کانَتْ فِی اللهِ مَوَدَّتُهُ"[۲]

"بہترین بھائی (اور دوست وہ ہے جس کی دوستی خدا کے لئے ہو"

۵۔ اتحاد، ایک قرآنی حکم

اتحاد و اتفاق میں برادری کا راز مضمر ہے، جب اسلامی معاشرہ کے تمام افراد آپس میں برادری اور اخوت کا مظاہرہ کریں گے تو ان کے درمیان بھی وسیع پیمانے پر اتحاد اور ہم آہنگی پیدا ہوگی۔

عزت و وقار اور سربلندی اور سرفرازی کا جامہ ایسے معاشرہ کے لئے زیبا ہے جس کے افراد کے دل اور افکار ایک ہوں، تفرقہ اور جدائی سے پرہیز کرتے ہوں، آپس میں مہربان ہوں اور سینوں سے کینوں اور کدورتوں کو اکھاڑ پھینکا ہو۔

[۱] شرح غرر الحکم ج۔ ۷ ص۔ ۹/ [۲] شرح غرر الحکم ج۔ ۷ ص۔ ۹

اتحاد اور اتفاق ایسی چیز ہے جس کے بارے میں قرآن مجید نے بڑی تاکید کی ہے، ارشاد ہے:

"وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعاً وَلَاتَفَرَّقُوْا"[۱]

"سب ملکر خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ایک دوسرے سے جدائی اختیار نہ کرو"

دوسری جگہ فرماتا ہے:

"وَلَاتَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَاجَائَهُمُ الْبَيِّنَاتُ"[۲]

"تم (مسلمان) ہدایت کی روشن آیات اور نشانیوں کے آجانے کے بعد تفرقہ اور اختلاف کی راہوں کو اختیار نہ کرو"

۶۔ فرقہ بندی کے خطرات

مسلمانوں کا ایک دوسرے کے خلاف فرقہ بندی اور باہمی اختلاف کے بہت سے نقصانات ہیں، جن میں سے چند یہاں بیان کئے جاتے ہیں:

[۱] صراط مستقیم سے ہٹ جانا: جب رشتۂ وحدت ٹوٹ جاتا ہے تو انسان

---

[۱] سورہ آل عمران: ۱۰۳/ [۲] سورہ آل عمران: ۱۰۵

کو شرک کی طرف کھینچ کر لے جانے کے لئے شیطان کو آسانی ہو جاتی ہے، اور انسانی تخلیق کا جو اصل مقصد ہے یعنی خدا کی عبادت اور توحید کے بتائے ہوئے راستوں پر چلنا، اس سے ہٹ کر وہ شیطان کی پیروی کرنے لگتا ہے، اس سلسلے میں قرآن مجید فرماتا ہے:

"وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَاتَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" [۱]

"یہ میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اس کی پیروی کرو اور دوسری راہوں کی پیروی نہ کرو جو تمہیں اس کی راہ سے متفرق کر دیں گی، خداوند تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے شاید تم پرہیزگار بن جاؤ۔

۲ عظمت رخصت ہو جاتی ہے: عظمت واقتدار کا راز وحدت اور اتحاد میں مضمر ہے، جب کہ اس کے برعکس ضعف وناتوانی اختلاف وانتشار کا نتیجہ ہوتی ہے، چنانچہ قرآن مجید مسلمانوں کو باہمی اختلاف سے باز رکھنے کے ساتھ اس کے برے انجام سے بھی خبردار کر رہا ہے ارشاد ہے:

"وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَاتَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ" [۲]

"خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں جھگڑا نہ کرو کہ اس طرح تم سست ہو جاؤ گے اور تمہاری عظمت کی روح تم سے رخصت ہو جائے گی۔

---

[۱] سورہ انعام: ۱۵۳/ [۲] سورہ انفال: ۴۶

۳ ذلت ورسوائی: جوملت، وحدت کی حامل ہوتی ہے وہ دوسری طاقتوں کی یلغار سے محفوظ رہتی ہے اور کسی کو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ لیکن اگر اتحاد کا دامن چھوڑ دے تو معاشرہ کی عزت وعظمت اور حشمت وشوکت خاک میں مل جاتی ہے اور وہ اغیار کی یلغار اور یورش کا تختہ مشق بن جاتا ہے، تاریخ ہمارے اس دعوے کی گواہ ہے اور حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام نہج البلاغہ کے ایک خطبہ میں اس چیز کو اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''اب ذرا اسمٰعیل کی اولاد، اسحاق کے فرزندوں اور یعقوب کے بیٹوں کے حالات سے عبرت ونصیحت حاصل کرو، (اقوام وملل کے) حالات کس قدر ملتے جلتے اور طور طریقے کتنے یکساں ہیں، ان کے منتشر اور پراگندہ ہوجانے کی صورت میں جو واقعات رونما ہوئے، ان میں غور کرو، کہ جب کسریٰ (شاہان عجم) اور قیصر (سلاطین روم) ان پر حکمران تھے، وہ انہیں اطراف عالم کے سبزہ زاروں، عراق کے دریاؤں اور دنیا کی شادابیوں سے خاردار جھاڑیوں، ہواؤں کے بے روک گزرگاہوں اور معشیت کی دشواریوں کی طرف ڈھکیل دیتے تھے اور آخر انہیں فقیر و نادار اور زخمی پیٹھ والے اونٹوں کا چرواہا اور بالوں کی جھونپڑیوں کا باشندہ بنا کر چھوڑ دیتے تھے، ان کے گھر بار دنیا سے بڑھ کر خستہ وخراب اور ان کے ٹھکانے خشک سالیوں سے تباہ حال تھے نہ ان کی کوئی آواز تھی جس کے پروبال کا سہارا لیں، نہ انس ومحبت کی چھاؤں تھی جس کے بل بوتے پر بھروسہ کریں، ان کے حالات پراگندہ، ہاتھ الگ الگ تھے، کثرت وجمعیت بٹی ہوئی تھی، جان گذار، مصیبتوں اور جہالت کی

تہ بہ تہ تہوں میں پڑے ہوئے تھے، اور وہ یوں کہ لڑکیاں زندہ درگور تھیں (گھر گھر) مورتی کی پوجا ہوتی تھی، رشتے ناطے توڑے جا چکے تھے، اور لوٹ کھسوٹ کی گرم بازاری تھی" [۱]

بقول مولانا روم:

گفت پیغمبر کہ اندر شاق عرش منشی نور این چنین نوشتہ نقش
ذلت اولاد آدم بی خلاف زاختلاف است اختلاف است اختلاف

"حضرت پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ عرش کے ستون پر نور کے کاتب نے یہ لکھ دیا ہے کہ بنی آدم کی ذلت کے اس راز میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اور وہ اختلاف، اختلاف اور صرف اختلاف ہے"

۷۔ تفرقہ پردازی مفسدوں کا شیوہ

شیر وشکر اور اتحاد کی دولت سے مالا مال معاشرے کو منتشر اور پراگندہ کرنا ایسے مفسد سامراجی عناصر کا شیوہ ہے جن کے دل و دماغ میں عالمی سطح پر لوٹ مار کرنے کا سودہ سمایا ہوا ہے، جو اقوام عالم کو اپنا محکوم بنانے کی فکر میں ہیں، چونکہ کسی قوم پر فتح پانا اور اسے زیر کرنا پہلے ہی مرحلہ میں ممکن نہیں ہے، لہٰذا مرحلے وار اپنے مذموم مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ان کے درمیان فرقہ واریت کا بیج بو دیتے ہیں، پھر

---

[۱] نہج البلاغہ خطبہ۔۱۹۲ (خطبہ قاصعہ)

آہستہ آہستہ ان کے جان اور مال پر ڈاکے ڈالنا شروع کردیتے ہیں اور اس طرح ان پر مسلط ہوجاتے ہیں، فرعون، ہمارے اس دعوے کی روشن دلیل ہے، جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے:

اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَجَعَلَ اَهۡلَهَا شِیَعًا یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَةً مِّنۡهُمۡ یُذَبِّحُ اَبۡنَآئَهُمۡ وَیَسۡتَحۡیٖ نِسَآئَهُمۡ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ"[۱]

"بے شک فرعون نے زمین میں بہت سر اُٹھایا تھا، اور اس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہوں میں بانٹ دیا تھا اور ان میں سے ایک گروہ کو عاجز اور کمزور سمجھ لیا تھا اور ان کے بیٹوں کو ذبح کردیتا تھا اور ان کی عورتوں کو (بیٹیوں کو) زندہ چھوڑ دیتا تھا بے شک وہ بھی مفسدین میں سے تھا۔"

اس حقیقت کے پیش نظر، مسلمانوں پر ضروری ہے کہ وہ بیداری اور ہوشیاری کا ثبوت دیں، اور اپنی باگ ڈور تفرقہ پرداز اور مفسدوں کے ہاتھوں میں نہ دیں۔

۸۔ فرقہ بندی خدا کا ایک عذاب ہے

قرآن مجید، ایسے لوگوں کو مختلف قسم کے عذابوں سے ڈراتا ہے، جو خدائی قوانین سے روگردانی کرتے ہیں، ان مختلف عذابوں میں سے ایک "فرقہ بندی" ہے

---

[۱] سورہ قصص: ۴

ارشاد ہوتا ہے:

"قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ انْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ" [۱]

"اے رسولؐ! کہہ دو وہی خدا، اس پر اچھی طرح قادر ہے کہ تمہارے سر کے اوپر سے تم پر عذاب نازل کرے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے، یا تمہیں مختلف فرقوں میں تقسیم کردے، اور تم میں سے بعض کو بعض کے عذاب کا مزہ چکھادے، ذرا دیکھو کہ ہم کس کس طرح اپنی آیات کو تبدیل کر کے بیان کرتے ہیں تا کہ یہ لوگ سمجھ جائیں"

جی ہاں! جس طرح ارضی اور سماوی مصیبتیں اور بلائیں گنہگار قوموں کو نیست و نابود کردیتی ہیں، اسی طرح فرقہ بندی بھی معاشروں کی سرداری اور سعادت و خوش بختی کو تہس نہس کردیتی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ دنیا کے مسلمان باہم اتحاد اور اتفاق کر کے ایک امت بن جائیں گے اور خداوند کریم و رحیم کے فضل سے اپنی عظمت رفتہ کو پالیں گے۔

مثل مشہور ہے: "آرے بہ اتفاق جہاں می توان گرفت" جی ہاں! اتفاق کی بدولت، کائنات کو مسخر کیا جاسکتا ہے۔

[۱] سورہ انعام: ۶۵

ساتواں سبق

- ــــــ والدین کے حقوق۔
- ــــــ معصومینؑ کے کلام کی روشنی میں۔
- ــــــ اویس قرنی کا کردار، سبق آموز۔
- ــــــ باپ کا احترام امام زمانہؑ کا فرمان۔
- ــــــ والدین کے لئے اولاد کا فریضہ۔
- ــــــ مرنے کے بعد یاد رکھنا۔
- ــــــ والدین سے نیک سلوکی کا انجام۔
- ــــــ خدا کا فرمان یا والدین کی خواہش کی تکمیل۔

والدین کے حقوق

جو حقوق انسان پر واجب ہیں ان میں سے ایک والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا بھی ہے خواہ وہ زندہ ہوں یا مر چکے ہوں، اچھے ہوں یا برے، والدین کا احترام اور ان کی شرعی ضروریات کا پورا کرنا اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ خدا نے قرآن مجید میں چھ مقامات پر اس کا ذکر کیا ہے حتی کہ بعض مقامات پر تو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم دیا ہے، نمونہ کے طور پر قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیتیں ملاحظہ فرمائیں:

"وَقَضٰی رَبُّکَ اَلَّاتَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا"[۱]

"تیرے پروردگار نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیکی کرو" پھر ان کے ساتھ نیکی کرنے کیلئے فرمایا:

"اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا
اَوْ کِلَاھُمَا فَلَاتَقُلْ لَھُمَا اُفٍّ"

"اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہاری زندگی ہی میں بوڑھے ہو جائیں تو (ان کی خدمت گزاری سے تھک کر) انہیں اُف تک نہ کہو"

---

[۱] سورہ بنی اسرائیل: ۲۴-۲۵

۞ —— ''وَلَاتَنۡهَرۡهُمَا''

''انہیں جھڑکو اور ستاؤ نہیں''

۞ —— ''وَقُلۡ لَهُمَا قَوۡلاً کَرِيمًا''

''ان سے نرمی اور مہربانی کی باتیں کرو''

۞ —— ''وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ''

''اوران کے سامنے خاکساری سے شانے جھکائے رکھو''

۞ —— ''وَقُلۡ رَّبِّ ارۡحَمۡهُمَا کَمَا رَبَّيَانِيۡ صَغِيرًا''

''اوران کے حق میں دعا کرواور کہو بارالہا ان دونوں پر رحم فرما، جس طرح کہ انہوں نے بچپن میں میرے اوپر رحم کیا''

جب ہم والدین کے ساتھ نیک سلوک کی اہمیت سے واقف ہو چکے ہیں تو بہتر معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی ان دو نعمتوں کو اچھی طرح پہچانیں تا کہ ہم ان کی بہتر خدمت کے لئے اچھی طرح کمر بستہ ہو کر اپنے فریضے کو ادا کر سکیں۔ اس بارے میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ارشادات ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

تمہاری ماں کا تم پر یہ حق ہے کہ اس نے تمہیں ایسی جگہ رکھا اور تمہیں اپنے ساتھ اٹھائے پھرتی رہی جہاں پر کوئی دوسرا کسی کو نہیں اٹھاتا۔ اس نے تمہیں اپنے دل کے میوے سے ایسی چیز تمہیں کھلائی جو کسی کو کوئی نہیں کھلاتا، اس نے اپنے ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان، حتی کہ اپنے بدن کی جلد اور تمام اعضاء کے ساتھ بڑی خوشی اور خندہ

پیشانی کے ساتھ تمہاری نگہداشت کی، اور اپنے حمل کے دوران تمام ناخوشگوار باتوں، درد وغم، رنج والم اور سختیوں کو برداشت کیا، یہاں تک کہ قدرت خدا نے تجھے اس سے جدا کر کے دنیا میں بھیج دیا۔

آگاہ ہو جاؤ کہ تمہارے باپ کا تم پر یہ حق ہے کہ وہ تمہاری اصل اور جڑ ہے، اور تم اس کی شاخ ہو۔ اگر وہ نہ ہوتا تو تم بھی نہ ہوتے، تم اپنے اندر جو نعمتیں دیکھ رہے ہو وہ سب اس کے وجود کی برکت سے ہیں، لہٰذا خدا کا شکر کرتے ہوئے اپنے باپ کا شکریہ بھی ادا کرو اور اس کی عزت و تکریم بھی کرو۔[۱]

اس جملے میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے والدین کی اہمیت اور ان کی قدر و قیمت کو بیان فرمایا ہے۔ اور ساتھ ہی ہمیں ان کی قدردانی اور ان کا شکریہ ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔

علاوہ ازیں ہمیں باور کرایا ہے کہ اگر ہم اپنی ساری زندگی ان کی خدمت کرتے رہیں پھر بھی ہم ان کی خدمات کے ہزارویں حصے کا بدلہ بھی نہیں چکا سکتے۔

معصومینؑ کے کلام کی روشنی میں

ہم ایک بار پھر معصومین علیہم السلام کے ارشادات کو پیش کرتے ہیں تاکہ اس اہم فریضے کی ادائیگی میں وہ ہماری رہنمائی کا باعث ہوں:

---

[۱] تحف العقول ص۔ ۱۸۹ رسالہ الحقوق، امام سجادؑ

الف: ایک شخص حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے نصیحت کی درخواست کی، آپؐ نے فرمایا:

"وَالِدَیکَ فَاطِعهُمَا وَبَرّهِمَا حَیَّینِ کَانَا أو مَیِّتَینِ"[۱]

"تم اپنے والدین کی اطاعت کرو اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرو خواہ وہ زندہ ہوں یا مر چکے ہوں"

ب: منصور بن حازم کہتے ہیں کہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: کس عمل کی زیادہ قدر و قیمت ہے؟

آپ نے فرمایا:

"أَلصَّلَاۃُ لِوَقتِهَا وَبِرُّ الوَالِدَینِ وَالجِهَادُ فِی سَبِیلِ اللّٰهِ"[۲]

"اول وقت میں نماز کی ادائیگی، والدین کے ساتھ نیکی اور راہ خدا میں جہاد"

ج: ایک شخص نے رسولؐ خدا کی خدمت میں عرض کیا کہ میں اپنے وطن اور علاقے اور والدین سے جدا ہو کر، آپ کی خدمت میں مسلمان ہونے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں اور جس وقت میں رخت سفر باندھ رہا تھا میرے والدین میری جدائی کے صدمہ سے رو رہے تھے۔

---

[۱] اصول کافی ج۔۲ ص۔۱۲۶ مطبوعہ اسلامیہ (غیر مترجم)/[۲] الفیا ص۔۱۲۷

حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا:

تم واپس چلے جاؤ، پہلے ماں باپ کو راضی کرو پھر ہمارے پاس آؤ، یہ سن کر اس نے آپ کے فرمان پر عمل کیا۔[۱]

د: حضرت رسولؐ خدا فرماتے ہیں:

"رِضَی الرَّبِّ فِی رِضَی الْوَالِدَیْنِ وَسَخَطُ الرَّبِّ فِی سَخَطِ الْوَالِدَیْنِ"[۲]

"رب کی رضا، والدین کی رضامندی میں ہے اور خالق کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے"

ھ: رسولؐ خدا سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے اپنے ایک شہید دوست کے انجام کا سوال کیا تو خدا نے فرمایا کہ وہ جہنم میں ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ: کیا تو نے شہدا سے بہشت کا وعدہ نہیں فرمایا: ندا آئی! کیوں نہیں؟ لیکن وہ اپنے والدین کو ہمیشہ ستایا کرتا تھا، اور میں والدین کی نافرمانی سے کوئی بھی عمل قبول نہیں کرتا۔[۳]

و: حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اِنَّ الْعَبْدَ لَیَکُوْنَ بَارًّا لِوَالِدَیْہِ فِی حَیَاتِہِمَا ثُمَّ یَمُوْتَانِ

---

[۱] مستدرک الوسائل ج۔۲ص۔۶۲۷/ [۲] مستدرک الوسائل ج۔۲ص۔۶۲۷

[۳] مستدرک الوسائل ج۔۲ص۔۲۳۰

فَلَایَقْضِی عَنْهُمَا الدَّیْنَ وَ لَایَسْتَغْفِرُ لَهُمَا فَیَکْتُبُهُ اللّٰهُ عَاقاً"[۱]

"بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بندہ، اپنے والدین کی زندگی میں ان کے ساتھ نیکی کرتا ہے، لیکن جب وہ مرجاتے ہیں تو وہ نہ ان کے قرضے ادا کرتا ہے اور نہ ہی خدا سے ان کے گناہوں کی بخشش طلب کرتا ہے، تو ایسی صورت میں خدا اسے والدین کا نافرمان لکھ دیتا ہے۔"

اویس قرنیؒ کا کردار، سبق آموز

حضرت اویس قرنیؒ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک سچے عاشق اور حقیقی پیروکار تھے، جن کا کام ساربانی تھا، اور اس سے وہ اپنا اور اپنی والدہ کا خرچ چلاتے تھے، وہ اپنے اس عشق ومحبت کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے شرفیاب نہیں ہو پائے تھے۔

ایک دن انھوں نے اپنی والدہ سے حضورؐ کی زیارت کی اجازت مانگی، تاکہ مدینہ پہنچ کر آنحضرتؐ کی زیارت کا شرف حاصل کرسکیں، لیکن وہ اس شرط پر اجازت دینے پر راضی ہوئی کہ مدینہ میں آدھے دن سے زیادہ نہیں ٹھہریں گے۔

حضرت اویس قرنیؒ نے مدینہ کا سفر اختیار کیا اور بڑے شوق اور بے پناہ مشکلات کے ساتھ سفر طے کرکے حضورؐ پاک کے درِ دولت پر حاضری دی ان کا دل

---

[۱] اصول کافی ج۔۲ص۔۱۳۰

محبوب کے دیدار کے لئے تڑپ رہا تھا اور اشک شوق آنکھوں سے رواں تھے، لیکن انہیں بتایا گیا کہ سرکار دو عالمؐ تو مدینہ میں تشریف فرما نہیں ہیں، اور کہیں سفر پر گئے ہیں، اپنی ماں سے کئے ہوئے وعدے کے پیش نظر صرف آدھے دن تک آنحضرتؐ کا انتظار کیا، لیکن حضورؐ تشریف نہ لائے، لہٰذا وہ ختمی مرتبتؐ کی زیارت کا شرف حاصل کئے بغیر مدینہ سے واپس چلے آئے۔

جب حضورؐ پاک مدینہ تشریف لے آئے اور اپنے گھر پہنچے تو آپؐ کو اویس قرنیؒ کے آنے کی خبر دی گئی، حضورؐ نے فرمایا: اویس قرنیؒ ہمارے گھر میں نور چھوڑ گئے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا:

"يَفُوحُ رَوَائِحُ الْجَنَّةِ مِنْ قِبَلِ الْقَرْنِ وَاَشْوَقَاهُ اِلَيْكَ يَااُوَيْسَ الْقَرْنِ۔"[۱]

"نسیم بہشت قرن کی طرف سے آرہی ہے، اے اویس قرنی! ہم تمہاری ملاقات کے کس قدر خواہش مند ہیں"

باپ کا احترام اور امام زمانہؑ کا فرمان

سید محمود موسوی نجفی المعروف سید محمود ہندی کا شمار اپنے زمانہ کے زاہد لوگوں

[۱] منتہی الآمال ج۔۱ص۔۲۳۹

میں ہوتا تھا، اور وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حرم مقدس میں نماز پڑھایا کرتے تھے، انہوں نے ایک عالم کی زبانی بیان کیا ہے کہ ان کا ایک دوست تھا جو حمام میں کام کیا کرتا تھا، اس کا بیان ہے کہ میرے والد نہایت ہی بوڑھے ہو چکے تھے، میں ان کا بہت احترام کیا کرتا تھا، اور ان کا ہر کام پورا کیا کرتا تھا، سوائے بدھ کی رات کے، کیوں کہ اس رات میں امام زمانہ (ع) کے شوق زیارت کے پیش نظر مسجد سہلہ جایا کرتا تھا۔

چنانچہ جب چالیس بدھ کی راتیں مکمل ہوگئیں اور آخری رات کو میں بڑی آرزوئیں لے کر گیا تھا کہ یقیناً آنجنابؑ کی زیارت ہوگی، مگر جب میں مایوس واپس پلٹ رہا تھا تو راستے میں ایک نورانی صورت کے شخص کو دیکھا جو گھوڑے پر سوار تھا، جب میرے نزدیک پہنچا تو میرے نام سے مجھے پکارا اور تین مرتبہ کہا: تم اپنے باپ کا خاص خیال رکھا کرو، اور اس کا احترام کیا کرو۔ یہ کہا اور میری نگاہوں سے غائب ہوگیا، میں نے لمحہ بھر سوچا کہ یہ شخص کون تھا؟ پھر فوراً خیال آیا کہ یہ تو وہی عظیم الشان شخصیت ہیں، جن کے شوق دیدار کے لئے میں چالیس بدھ کی راتیں مسجد سہلہ میں جا چکا ہوں۔

میں نے آنجنابؑ کی سفارش کو اپنے ذہن میں محفوظ کرلیا اور والد کی خدمت کے لئے یوں کمر بستہ ہوگیا جیسے کوئی نوکر ہوتا ہے۔[۱]

---

[۱] منتھی الآمال ج۔۳ص۔۳۲۴

والدین کیلئے اولاد کا فریضہ

ہم یہاں والدین کے لئے اولاد کے شرعی فریضے کی طرف اشارہ کریں گے، بہتر ہے کہ اولاد اپنے والدین کی ضروریات کو پورا کرے، زندگی کی مشکلات میں ان کا ہاتھ بٹائے، جب انہیں کوئی چیز دینا چاہے تو ان کے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ نہ لے جائے، ان کے آگے نہ چلے، بیٹھتے وقت ان کا سہارا نہ لے۔

منقول ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ایک شخص کو دیکھا جو کہ اپنے باپ کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا، امام نے اس کی اس گستاخی کی وجہ سے مرتے دم تک اس سے بات نہیں کی۔[۱]

اولاد کیلئے مناسب نہیں ہے کہ وہ تند مزاجی اور سخت لہجے میں والدین کے ساتھ بات کرے یا ان کے سامنے تیوری چڑھا کر آئے کہ اس طرح سے وہ آزردہ خاطر ہو جائیں، اونچی آواز میں ان سے بات نہ کریں، ان سے ناراضگی کا اظہار یا ان پر کسی قسم کا اعتراض نہ کرے، کھانا کھانے میں ان سے پہل نہ کرے، کھانا کھالینے کے بعد خود ہی دسترخوان کو اکٹھا کرے، انہیں ان کے نام سے نہ پکارے بلکہ بڑے ادب اور احترام کے ساتھ آواز دے، تعظیم اور ادب کے ساتھ ان سے گفتگو کرے، انکے حق میں دعائے خیر کرے انکی زحمتوں اور تکلیفوں کا شکریہ

[۱] اصول کافی ج ۲ ص ۲۶۱

ادا کرے اور قدر کرے، اور کہے: بار الٰہا! میں انہیں جزا دینے کی طاقت نہیں رکھتا تو خود ہی ان پر رحمت نازل فرما۔

مرنے کے بعد یاد رکھنا

والدین کی موت کے ساتھ اولاد کا فریضہ ختم نہیں ہوتا ہے، وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتے ہیں، عالم برزخ میں رہتے ہیں اور اولاد کی نیکی ان کو مل جاتی ہے، لہٰذا اولاد کا فرض ہے کہ والدین کے جو فرائض ان سے چھوٹ گئے ہیں وہ انہیں ادا کرے، ان کے قرض چکائے تاکہ انہیں مشکلات سے چھٹکارا ملے، اس بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا:

''مرنے کے بعد ان کے لئے نماز پڑھے، ان کے گناہوں کی بخشش کی دعا مانگے، ان کے کئے ہوئے وعدے پورا کرے، ان کے دوستوں کا احترام کرے اور ان کے رشتہ داروں سے میل ملاقات رکھے۔'' [۱] آپؐ کا ہی ارشاد ہے:

''سَیِّدُ الْاَبْرَارِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ رَجُلٌ بَرَّ وَالِدَیْهِ بَعْدَ مَوْتِهِمَا'' [۲]

''بروز قیامت نیک لوگوں کا سردار وہ شخص ہوگا جو والدین کے مرنے کے بعد بھی ان کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔

---

[۱] مستدرک الوسائل ج۔۲ص۔۶۳۲ / [۲] بحار الانوار ج۔۷۱ص۔۸۶

والدین سے نیک سلوک کا انجام

ہم یہاں خدا کے اس پسندیدہ فعل کے کچھ فوائد قلم بند کر رہے ہیں:

بہشت میں پیغمبروں کے ساتھ ہم نشینی: حضرت موسیٰ نے خداوند عالم سے درخواست کی کہ انہیں بہشت میں ان کے ہم نشین کا تعارف کرایا جائے، خداوند عالم نے انہیں ایک قصاب کا پتہ بتایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس جوان کی دوکان پر پہنچ گئے اور غروب آفتاب کے وقت اس کے ہمراہ اس کے گھر گئے، اس نے کھانا تیار کیا پھر چھت سے لٹکی ہوئی ٹوکری کو نیچے اتارا، اس میں ایک نہایت ہی ضعیف عورت بیٹھی ہوئی تھی، اس نے اسے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا اور اسے بنایا سنوارا، پھر دستر خوان بچھا کر حضرت موسیٰ کے ساتھ کھانا کھانے میں مصروف ہو گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے بڑھیا کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا: "یہ بڑھیا میری والدہ ہے اور چونکہ میری مالی حالت کمزور ہے لہٰذا اس کے لئے نوکر چاکر نہیں رکھ سکتا اور خود ہی اس کی خدمت پر کمر بستہ رہتا ہوں۔ حضرت موسیٰ نے اس سے پوچھا کہ اس بڑھیا نے کیا باتیں کیں؟ اس نے کہا کہ میں جب بھی اسے کھانا کھلاتا اور اسے سنوارتا ہوں تو وہ مجھے یہی دعا دیتی ہے کہ: "خدا تمہاری مغفرت کرے اور قیامت کے دن تمہیں حضرت موسیٰ کا ہم نشین بنائے۔"

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: تمہیں خوش خبری ہو کہ اس کی دعا

تمہارے بارے میں قبول ہو چکی ہے اور جبرئیل نے مجھے خبر دی ہے کہ تم بہشت میں میرے ہم نشین ہو گے۔[۱]

۞ عمر میں اضافہ کا سبب:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اَلْبِرُّ وَصَدَقَةُ السِّرِّ يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَيَزِيدَانِ فِي الْعُمُرِ وَيَدْفَعَانِ مِنْ سَبْعِينَ مِيتَةَ سُوْءٍ''[۲]

''والدین کے ساتھ نیکی اور چھپا کر صدقہ دینا فقر و فاقہ کو دور کر دیتے ہیں اور ستر طرح کی بری موت سے بچاتے ہیں، اور اس کے برعکس والدین کے ساتھ بدسلوکی عمر کو کم کر دیتی ہے''

۞ والدین سے نیک سلوک: رسول خداؐ اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کی رضا کا سبب ہے۔ ایک دن رسول خداؐ کی رضاعی (دودھ شریک) بہن ان کے پاس آئیں تو حضورؐ نے ان کے لئے اپنی عبا بچھا دی اور بڑی خندہ پیشانی کے ساتھ ان سے ملاقات کی، اتفاق سے اسی دن آپ کا رضاعی بھائی بھی آ گیا لیکن حضورؐ نے بہن کی مانند اس سے سلوک نہیں کیا، کسی نے آپ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: چونکہ یہ لڑکی اپنے ماں باپ کے ساتھ بہت محبت کرتی ہے۔[۳]

---

[۱] پند تاریخ ج۔۱ص۔۷۰/ [۲] بحار الانوار ج۔۷۱ص۔۸۱/ [۳] اصول کافی ج۔۲ص۔۱۲۹

عماد بن حیان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ ''میرا بیٹا اسماعیل مجھ سے بہت محبت کرتا ہے'' تو حضرت نے فرمایا:

''میں اسے پہلے بھی دوست رکھتا تھا اب میری اس سے محبت اور بڑھ گئی ہے'' [۱]

❁ حج کا ثواب ہے: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

''جو اولاد، اپنے والدین کی طرف محبت بھری نگاہوں سے دیکھتی ہے تو ہر نگاہ کے بدلے ایک مقبول حج کا ثواب ہوتا ہے'' پھر زور دے کر فرمایا:

''والدین کی طرف محبت بھری نگاہ سے دیکھنا عبادت ہے'' [۲]

❁ موت کی آسانی: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو شخص اس بات کی خواہش کرتا ہے کہ خداوند عالم اس پر موت کی سختی آسان کر دے اسے چاہیے کہ وہ اپنے ماں باپ کے رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرے۔'' [۳]

❁ اپنی اولاد کی نیکی کا سبب ہے: مثل مشہور ہے کہ ''جیسی کرنی ویسی بھرنی'' اور یہ ضرب المثل ہماری اس گفتگو پر بخوبی صادق آتی ہے، اولاد زیادہ تر اپنے والدین سے سیکھتی ہے اگر وہ اپنے والدین کو ان کے ماں باپ کے ساتھ محبت اور اچھا سلوک کرتے دیکھتی ہے، تو خود بھی اپنے والدین سے اچھا سلوک کرتی

---

[۱] اصول کافی ج ۲ ص ۱۲۹/ [۲] بحار الانوار ج ۷۱ ص ۸۰/ [۳] بحار الانوار ج ۷۱ ص ۸۱

ہے، اور اگر انہیں برا سلوک کرتے دیکھتی ہے تو وہ بھی ان سے برا سلوک کرتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"بَرُّوا آبَائَكُمْ يَبِرُّكُمْ أَبْنَاؤُكُمْ" [۱]

"تم اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرے گی"

خدا کا حکم یا والدین کی خواہش؟

اس کے باوجود کہ خداوند عالم نے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے اور ان کی رضامندی حاصل کرنے کی بڑی تاکید کی ہے، لیکن یہ بات بھی ضرور پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اسلام کا یہ حکم اس حد تک قابل عمل ہے جب تک کہ والدین کی خواہشات خدا کے حکم سے نہ ٹکرائیں، لیکن جس موقع پر ان کی خواہشات اسلام کے واجب احکام سے ٹکراتی ہوئی نظر آئیں تو پھر اسلام کے حکم کو ترجیح حاصل ہوگی، قرآن مجید اس بارے میں یوں ہماری راہنمائی فرماتا ہے:

"وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا" [۲]

"اور اگر وہ دونوں (ماں باپ) اس بات کی کوشش کریں کہ تم جس کے بارے میں علم نہیں رکھتے اسے میرا شریک قرار دو تو ان کی بات نہ مانو، اور دنیا میں ان

---

[۱] بحار الانوار ج۔۷۱ص۔۶۵ [۲] سورہ لقمان:۱۵/

کے ساتھ نیک سلوک کرو۔" حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"لَاطَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِی مَعْصِیَةِ الْخَالِقِ"[۱]

"خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاسکتی"

[۱] بحارالانوار ج۔۷۱ص۔۸۵

آٹھواں سبق

- تواضع یاانکساری۔
- تواضع کے بارے میں روایات۔
- تواضع کے آثار۔
- کن لوگوں کے سامنے تواضع۔
- رسول اکرمؐ کی تواضع۔
- حضرت عیسیٰؑ سے ایک سبق۔
- امام زین العابدینؑ کی انکساری۔
- تواضع اپنانے سے متعلق چند نکات۔

تواضع یا انکساری

تواضع اور فروتنی کے معنی ہیں ''خود کو دوسروں سے چھوٹا ظاہر کرنا'' کسر نفسی، عاجزی، تواضع یا انکساری، انسانی روح کے صحیح سالم ہونے کی ایک علامت ہے۔ انسان دوسروں سے خواہ کتنا ہی بہتر ہو اور برتر ہو، لیکن پروردگار عالم کی عظمت اسے اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ خدا کے حضور سر جھکا دے اور بندگان خدا کے سامنے انکساری کرے۔

تواضع کے بارے میں روایات

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اِنَّ مِنَ التَّوَاُضعِ اَنُ یَجلِسَ الرَّجُلُ دُوُنَ شَرَفِهٖ''[۱]

''یہ بات تواضع میں سے ہے کہ انسان ایسی جگہ پر بیٹھے جو اس کے مقام و منزلت سے کم ہو''

آپؑ ہی کا ارشاد ہے:

''مِنَ التَّوَاُضعِ اَنُ تَرُضیٰ بِالُمَجلِسِ دُوُنَ الُمَجلِسِ وَاَنُ تَسلِمَ عَلیٰ مَنُ تَلُقیٰ وَاَنُ تَترُکَ الُمرَآءَ وَاِنُ کُنُتَ مُحقّاً وَاَنُ لَاتُحِبَ اَنُ

[۱] اصول کافی ج۔۳ ص۔۱۸۷ ترجمہ مصطفوی۔

تُحۡمَدَ عَلیَ التَّقۡوی''[۱]

''تواضع ہی میں سے یہ بھی ہے کہ تم ایسی جگہ پر بیٹھنے پر راضی ہو جاؤ جو تمہاری شان سے کم ہے، جس سے ملو اس پر سلام کرو، خواہ تم حق پر ہی ہو پھر بھی کجی اور لڑائی جھگڑے کو ترک کرو اور اس بات کو پسند نہ کرو کہ تمہارے تقویٰ کی تعریف کی جائے''

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''عَلَیۡکَ بِالتَّوَاضُعِ فَاِنَّهُ مِنۡ أَعۡظَمِ الۡعِبَادَةِ''[۲]

''تم پر تواضع کرنا واجب ہے، کیوں کہ فروتنی بہت بڑی عبادت ہے''

ایک دن رسالت مآبؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

''میں تمہارے اندر عبادت کی شیرینی کیوں نہیں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا: حضورؐ! عبادت کی شیرینی کیا ہوتی ہے؟ فرمایا: تواضع''[۳]

تواضع کے آثار

بہت سے اچھے اور نیک کام ایسے ہیں جن کے اخروی اور بہشت کے علاوہ دنیاوی برکتیں اور دوسرے فوائد بھی ہیں جیسا کہ کچھ گناہ ایسے ہوتے ہیں جو اخروی عذاب اور سزا کے علاوہ اس دنیا میں بھی مصیبت اور تباہی کا سبب ہوتے ہیں، چنانچہ

[۱] اصول کافی ج۔۳ص۔۱۸۶/ [۲] بحار الانوار ج۔۲۷ص۔۱۱۹/

[۳] جامع السعادات ج۔۱ص۔۳۵۵

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام دعائے کمیل کے اوائل میں ان ہی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:

"أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيَ الذُّنُوبَ الَّتِي تُغَيِّرُ النِّعَمَ..."

"خدایا! میرے گناہ، معاف کردے جو تیری نعمتوں کو بدل دیتے ہیں"

اب ہم تواضع جیسی محبوب صفت کے کچھ فوائد بیان کرتے ہیں، اس امید کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی تواضع کرنے والوں میں قرار دے:

الف: تواضع، سربلندی کا سبب ہے:

چنانچہ رسول اکرمؐ فرماتے ہیں:

"اِنَّ التَّوَاضُعَ لَايَزِيْدُ الْعَبْدَ اِلَّا رَفِعَةً فَتَوَاضَعُوا رَحِمَكُمُ اللّٰهُ"[۱]

"تواضع انسان کی سربلندی کے علاوہ کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتی، لہٰذا تم تواضع کیا کرو، خدا تم پر رحمت نازل کرے۔" حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

درکوے عشق شوکت شاہی نمی خرند
اقرار بندگی کن واظہار چاکری

عشق کے کوچہ و بازار میں شاہانہ ٹھاٹھ باٹ کا کوئی خریدار نہیں ہے، لہٰذا اگر عشق کا سودا کرنا ہے تو بندگی، غلامی اور نوکری چاکری کا اقرار و اظہار کرنا پڑے گا۔

---

[۱] وسائل الشیعہ ج۔۱۱ص۔۲۱۵

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی گئی ہے:

"اِنَّ فِی السَّمَآءِ مَلَکَیْنِ مُوَکَّلَیْنِ بِالْعِبَادِ فَمَنْ تَوَاضَعَ اللّٰہَ رَفَعَاہُ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَاہُ"[۱]

"آسمان میں خدا کی طرف سے بندوں پر دو فرشتے مقرر ہیں اگر کوئی شخص خدا کے لئے تواضع اور انکساری کرتا ہے وہ اسے بلند کر دیتے ہیں اور اگر کوئی شخص تکبر کرتا ہے تو وہ اسے پست کر دیتے ہیں"

ب: تواضع ترقی کا زینہ ہے:

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اَلتَّوَاُضُعُ سُلَّمُ الشَّرَفِ"[۲]

"تواضع اور فروتنی عزت و شرف کی سیڑھی ہے"

ج: تواضع دوسرے کاموں کے منظّم ہونے کا سبب ہے:

حضرت امیر المومنینؑ ہی کا ارشاد ہے:

"بِخَفْضِ الْجِنَاحِ تَنْظِیمُ الْاُمُوْرِ"[۱]

"تواضع کے سبب بہت سے امور منظّم ہو جاتے ہیں"

---

[۱] وسائل الشیعہ ج۔۱۱ص۔۲۱۵/[۲] شرح غرر الحکم ج۔۱ص۔۲۶۳

د: تواضع دلوں میں محبت پیدا کرتی ہے:

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''ثَمرَۃُ التَّوَاضُعِ اَلْمُحَبَّۃُ''

''تواضع کا پھل محبت ہے''

تواضع کن لوگوں کے سامنے

اسلامی نقطۂ نظر سے، تواضع صرف دینی بزرگوں، علمی شخصیتوں اور خدا کی ذات پر ایمان رکھنے والے افراد ہی کے لئے ہونی چاہیئے، لیکن ذلیل لوگوں، متکبروں یا دولت مندوں کے سامنے ان کی قدرت، طاقت اور مال و دولت کی وجہ سے تواضع بہت ہی مذموم فعل ہے، اگر خدا کی خوشنودی اور رضا کے حصول سے ہٹ کر کسی اور مقصد کے لئے تواضع کی جائے گی تو وہ ''ذلت'' میں بدل جائے گی اور انسان کی حقارت اور اس کی انسانی عظمت کی پستی کا سبب بن جائے گی۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مَنْ اَتیٰ غَنِیّاً فَتَوَاضَعَ لَہُ لِغِنَائِہِ ذَھَبَ ثُلُثَا دِیْنِہِ'' [۲]

''جو کسی مالدار شخص کے پاس جا کر اس کی دولت کی وجہ سے اس کے سامنے تواضع کرتا ہے، اس کا دو تہائی دین ختم ہو جاتا ہے''

---

[۱] شرح غرر الحکم ج۔۳۔ص۔۲۲۹/ [۲] بحار الانوار ج۔۷۵۔ص۔۲۷۴

رسول اکرمؐ کی تواضع

خداوند عالم کے برگزیدہ لوگوں میں سے حضرت رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وشخصیت اعلیٰ درجہ کی حامل تھی، اس کے باوجود آپؐ کے اندر اعلیٰ درجہ کی فروتنی اور انکساری پائی جاتی تھی۔

آپؐ اپنی تواضع کی بنا پر اپنی بھیڑ بکریوں کو خود ہی دانہ پانی دیتے تھے، اپنے مقدس ہاتھوں سے ان کا دودھ دوہتے تھے، اپنے پھٹے پرانے کپڑوں اور جوتوں کو خود ہی ٹانکے لگاتے تھے، اپنے نوکروں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، چکی پیسنے میں اپنے خدمت گاروں کا ہاتھ بٹاتے تھے، بازار سے سودا سلف خرید کر اپنے گھر خود لے جاتے تھے، ہر امیر اور چھوٹے بڑے شخص سے مصافحہ کرتے تھے، سلام کرنے میں پہل کرتے تھے اور تمام مومنین کی دعوت کو قبول فرماتے تھے۔[۱]

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک سبق

ایک دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم سے میری ایک درخواست ہے۔ انھوں نے عرض کیا: اے روح خدا! حکم فرمائیں، ہم

---

[۱] بحار الانوار ج ۔۷۰ ص ۔۲۰۸۔

آپ کی خدمت میں حاضر ہیں'' فرمایا: آج میں تمہارے پاؤں دھونا چاہتا ہوں''

یہ کہا اور اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے پاؤں دھو دیئے۔ انھوں نے عرض کیا: اے روح خدا! یہ کام تو ہمارا ہے، آپ نے ایسا کیوں کیا؟ فرمایا:

لوگوں کی خدمت کرنے میں عالم اس بات کا زیادہ حق دار ہوتا ہے، میں نے اس طرح سے تواضع کر کے تمہیں سبق دیا ہے کہ میرے بعد تم لوگوں کے درمیان تواضع سے کام لو۔

پھر فرمایا: تواضع ہی کی وجہ سے حکمت اور دانائی کی عمارت استوار ہوتی ہے نہ کہ تکبر کی وجہ سے۔ زراعت ہموار زمین میں نشو نما پاتی ہے نہ کہ پہاڑوں پر۔[۱]

حضرت امام زین العابدینؑ کی انکساری

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: میرے والد (امام زین العابدین علیہ السلام) ایسے لوگوں کے ساتھ سفر کرتے تھے جو انہیں نہیں پہچانتے تھے، اور قافلہ والوں سے عہد لیتے تھے کہ میں تمہاری ضروریات کو پورا کروں گا۔

ایک سفر کے دوران آپ مسافروں کی خدمت میں سرگرم عمل تھے کہ ایک شخص نے آپ کو پہچان ... معلوم نہیں یہ کون ہیں؟ یہ تو

[۱] اصول کافی ج۔ ا ص۔ ۴۵ ترجمہ مصطفوی

علی ابن الحسینؑ (امام زینؑ العابدین) ہیں۔

یہ سن کر سب لوگ آپؑ کے گرد جمع ہو گئے اور آپؑ کے ہاتھوں کو بوسے دینے لگے، اور عرض کرنے لگے "فرزند رسولؐ! آیا آپ چاہتے ہیں کہ ہم جہنم میں چلے جائیں؟ اگر ہم آپ کی شان میں گستاخی کرتے تو بد بخت ہو جاتے، آخر آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟

امامؑ نے جواب دیا: ایک مرتبہ میں نے واقف کار لوگوں کے ساتھ سفر کیا، انہوں نے رسولؐ خدا کے احترام کی وجہ سے میرا بے حد احترام کیا، مجھے اس بات کا خدشہ تھا کہ تم لوگ بھی میرے ساتھ وہی سلوک کرو گے، اسی لئے ایک اجنبی کی صورت میں میں نے تمہارے ساتھ سفر کو اختیار کیا۔[۱]

تواضع سے متعلق چند نکات

۱ — ہم سلام کرنے میں پہل کریں اور کسی سے سلام کی امید نہ رکھیں۔

۲ — مجلس میں جہاں کہیں جگہ خالی ہو، وہیں بیٹھ جائیں۔

۳ — دوسرے لوگوں پر حکم نہ چلائیں یا انہیں کسی کام کا حکم نہ دیں۔

۴ — اپنے ذاتی کاموں کو خود انجام دیں۔

---

[۱] سفینۃ البحار ج۔ ا ص۔ ۳۸۲

۵ — اپنے ماتحت لوگوں کو اپنا معاون سمجھیں۔

۶ — بحث و مباحثہ اور لڑائی جھگڑے سے دور رہیں۔

۷ — خدا کیلئے کام کریں اور لوگوں سے داد و تحسین کی امید نہ رکھیں۔

۸ — خود کو قیمتی اور فاخرہ لباس پہننے کا پابند نہ بنائیں۔

۹ — سفر کے دوران اپنے ہم سفر لوگوں کی خدمت کریں۔

۱۰ — حق اور حق کے قانون کی اطاعت کریں۔

۱۱ — بزرگوں کی زندگی کا مطالعہ کریں اور اس سے سبق حاصل کریں۔

ختم شد

TANZEEMUL MAKATIB
Golaganj, Lucknow-226018, INDIA
Phone: 8090065982, 9044065985
Email: makatib.makatib@gmail.com
website : tanzeemulmakatib.org